بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian

جلد 70
ایڈیٹر منصور احمد

شمارہ 43-44
شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈیا
80 ڈالرامریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

21-28/ربیع الاوّل 1443 ہجری قمری ● 28/اخاء-4/نبوت 1400 ہجری شمسی ● 28/اکتوبر-4/نومبر 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ۚ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اہۡتَدَیۡتُمۡ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ المائدہ:106)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنے ہی نفوس کے ذمہ دار ہو۔ جو گمراہ ہو گیا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اگر تم ہدایت پر ہو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے۔ پس وہ تمہیں اس سے آگاہ کرے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 29/اکتوبر 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ بدظنی بہت ہی بُری بلا ہے
انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے اور صدق اور راستی سے دور پھینک دیتی ہے، دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

بدظنی صدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے

یہ خوب یاد رکھو کہ ساری خرابیاں اور برائیاں بدظنی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت منع کیا ہے اور فرمایا اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ (الحجرات:13) اگر مولوی ہم سے بدظنی نہ کرتے اور صدق اور استقلال کے ساتھ آکر ہماری باتیں سنتے، ہماری کتابیں پڑھتے اور ہمارے پاس رہ کر ہمارے حالات کا مشاہدہ کرتے تو وہ الزام جو ہم پر لگاتے ہیں نہ لگاتے۔ لیکن جب انہوں نے خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کی عظمت نہ کی اور اس پر کار بند نہ ہوئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ پر بدظنی کی اور میری جماعت پر بھی بدظنی کی اور جھوٹے الزام اور اتہام لگانے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ بعض نے بڑی بے باکی سے لکھ دیا کہ یہ تو دہریوں کا گروہ ہے۔ نمازیں نہیں پڑھتے۔ روزے نہیں رکھتے وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر وہ اس بدظنی سے بچتے تو ان کو جھوٹ کی لعنت کے نیچے نہ آنا پڑتا وہ اس سے بچ جاتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ بدظنی بہت ہی بُری بلا ہے انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے اور صدق اور راستی سے دور پھینک دیتی ہے۔ دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے۔ صدیقوں کے کمال کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے۔ اور اگر کسی کی نسبت کوئی سوء ظن پیدا ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے تا کہ اس معصیت اور اس کے بُرے نتیجے سے بچ جاوے جو اس بدظنی کے پیچھے آنے والا ہے۔ اس کو کبھی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔

غرض بدظنی انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ جب دوزخی جہنم میں ڈالے جاویں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو یہی فرمائے گا کہ تمہارا یہ گناہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ سے بدظنی کی۔ بعض لوگ اس قسم کے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خطا کاروں کو معاف کر دے گا اور نیکوکاروں کو عذاب کرے گا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے۔ اس لئے کہ اس کی صفت عدل کے خلاف کرنا ہے۔ اور نیکی اور اس کے نتائج کو جو قرآن شریف میں اس نے مقرر فرمائے ہیں، بالکل ضائع کر دینا اور بے سود ٹھہرانا ہے۔ پس یاد رکھو کہ بدظنی کا انجام جہنم ہے۔ اس کو معمولی مرض نہ سمجھو۔ بدظنی سے ناامیدی اور ناامیدی سے جرائم اور جرائم سے جہنم ملتا ہے۔ اور یہ صدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے۔ اس لئے تم اس سے بچو اور صدیق کے کمالات کو حاصل کرنے کیلئے دعائیں کرو۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 336، مطبوعہ 2018 قادیان)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بریرہؓ کیلئے صدقہ ہمارے لئے ہدیہ

(1495) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا وہ بریرہؓ کو صدقہ میں دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا وہ اس کیلئے تو صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں

(1496) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے جب آپؐ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا، فرمایا تم ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں مقرر کی ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) بھی فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے محتاجوں کو دیا جائے گا۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو خیال رکھنا ان کے عمدہ مالوں کو نہ لینا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اسکے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

(صحیح بخاری، جلد 3، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ 2008 قادیان)

سورۃ فاتحہ قرآن کریم کی قوتوں اور طاقتوں کا نچوڑ ہے
ہیں تو یہ سات مختصر آیات لیکن سارے قرآن کریم کے مطالب اجمالاً اس میں آ گئے ہیں

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ الحجر آیت 88 وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فرمایا ہم نے تم کو سورہ فاتحہ جیسی نعمت دی ہے جو صرف سات آیات ہیں اور مثانی ہیں۔ مثانی کے معنے جیسا کہ حل لغات میں بتائے جا چکے ہیں کسی شئے کی قوت اور طاقت کے بھی ہوتے ہیں اور سورہ فاتحہ کو مثانی کہہ کر یہ بتایا ہے کہ اس میں قرآن کریم کی قوتوں اور طاقتوں کا نچوڑ ہے یعنی ہیں تو سات مختصر آیات لیکن سارے قرآن کریم کے مطالب اجمالاً اس میں آ گئے ہیں۔

قران عظیم سے مراد بقیہ قرآن بھی ہو سکتا ہے اور مراد یہ ہوگی کہ سورۂ فاتحہ بھی دی جو اجمالی قرآن ہے اور تفصیلی قرآن بھی دیا اور اس سے مراد خود سورہ فاتحہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں اس سے یہ مطلب ہوگا کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کا ایک بڑا اہم حصہ ہے اور قرآن سے سارا قرآن نہیں بلکہ حصہ قرآن مراد لیا جائے گا اور یہ عام محاورہ ہے کہ کبھی جزو کیلئے کل کا لفظ بول دیا جاتا ہے جیسے عام طور پر لوگ کہتے ہیں قرآن سناؤ اور اس سے مراد سارا قرآن سنانا نہیں ہوتا بلکہ اس کا کچھ حصہ سنانا مطلوب ہوتا ہے۔ پس اَلۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ کا لفظ سورۂ فاتحہ کے متعلق اس اظہار کیلئے ہے کہ وہ قرآن عظیم کا حصہ ہے اس سے باہر نہیں۔ ان معنوں سے ان لوگوں کے خیالات کی تردید ہوتی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ قرآن کا حصہ نہیں۔ احادیث میں بھی سورۃ فاتحہ کا نام قران عظیم بتایا گیا ہے۔ چنانچہ مسند احمد حنبل میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہِیَ اُمُّ الۡقُرۡاٰنِ وَہِیَ السَّبۡعُ الۡمَثَانِیۡ وَہِیَ الۡقُرۡاٰنُ الۡعَظِیۡمُ (مسند احمد حنبل جلد 2، صفحہ 448) یعنی سورۃ فاتحہ اُمّ القرآن بھی ہے اور سبع المثانی بھی ہے اور قرآن عظیم بھی ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن عظیم سارے قرآن کا نام نہیں۔ دونوں ہی معنے ایک وقت میں کئے جا سکتے ہیں کیونکہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔ یہ بھی کہ سورۃ فاتحہ قرآن عظیم ہے اور یہ بھی کہ سارا قرآن، قرآن عظیم ہے کیونکہ یہ دونوں معنی مختلف نقطہ نگاہ کی وجہ سے ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔ اگر قرآن عظیم کے معنے سارے قرآن کے کئے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ہم نے تم کو اجمالی قرآن یعنی سورۃ فاتحہ بھی دی ہے اور اس کے علاوہ ایک تفصیلی قرآن بھی دیا ہے۔ پس اس کی تعلیم کی طرف توجہ کرو اور ان لوگوں سے بحث مباحثہ کا خیال جانے دو۔ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمانوں کو مطالبِ قرآن خوب زور سے سکھائے جائیں تا کہ وہ نئے نظام کے سنبھالنے کے اہل ہو جائیں۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 110، مطبوعہ قادیان 2010)

......☆......☆......☆......

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 8/اکتوبر 2021ء (مکمل متن)
خطبہ جمعہ فرمودہ 15/اکتوبر 2021ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
اہم سوالات کے جوابات : از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ
نیشنل مجلس عاملہ گیمبیا کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات
قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے: اعتراضات کے جوابات
خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال و جواب
نماز جنازہ غائب بر موقع جلسہ سالانہ 2021UK
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور
وصایا و اعلانات

126 واں جلسہ سالانہ قادیان 24، 25 اور 26/دسمبر 2021ء کو منعقد ہوگا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس للّٰہی جلسہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے، جلسہ کی ہر لحاظ سے کامیابی کیلئے دعائیں جاری رکھیں

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ۞ شَرُّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی، اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں، اگر پادری صاحبان یا کسی قوم کے تین منصف حلفاً یہ بیان کردیں کہ یسوع کے کلمات سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے تو مَیں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ انکو دے سکتا ہوں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم آپ کی کتاب ’’کتاب البریّہ‘‘ رُوحانی خزائن جلد 13 سے پیش کررہے ہیں۔ سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرک کو قرار دیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو شرک نہ صرف سب سے بڑا ظلم بلکہ سب سے بڑی بے غیرتی اور بے حیائی بھی ہے کہ انسان کا رُواں رُواں اور اس کے وجود کا ذرّہ ذرّہ جس ہستی کا احسانمند ہے وہ اس کے احسان کا منکر ہوجائے اور اس کا احسان کسی اور کی طرف منسوب کرے۔ عیسائی حضرات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا قرار دیتے ہیں اسی ظلم عظیم کے مرتکب ہورہے ہیں۔ ایک نبی کیلئے اِس سے بڑی دُکھ کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ اُسکی آنکھوں کے سامنے ایک کمزور اور ناتواں انسان کو خدا بنایا جائے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل اس عقیدہ سے خون ہوتا تھا۔ آپؑ نے اس عقیدہ کے خلاف اسقدر غیرت دکھائی ہے کہ اسکی تردید میں دلائل کے انبار لگادیئے ہیں۔ بڑے بڑے انعامی چیلنج آپؑ نے اس سلسلہ میں پادریوں کو دیئے کہ وہ جس طرح چاہیں فیصلہ کرلیں کہ آیا اسلام سچا مذہب اور خدا کی طرف سے ہے یا عیسائیت؟ اس ضمن میں آپؑ نے اپنی کتاب ’’انجام آتھم‘‘ میں چیلنج دیا کہ بذریعہ مباہلہ فیصلہ کیا جائے کہ اسلام اور عیسائیت میں کون سا مذہب سچا اور حق پر ہے اور اسکے لئے آپؑ نے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔ ’’سراج منیر‘‘ میں یہ چیلنج دیا کہ اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ یسوع کے معجزات آپؑ کے معجزات سے بڑھ کر ہیں تو آپؑ اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دینگے۔ اور ’’کتاب البریّہ‘‘ میں آپ نے چیلنج دیا کہ اگر کوئی ثابت کردے کہ مسیح کے الہامات آپؑ کے الہامات سے بڑھ کر ہیں تو آپؑ اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دینگے۔ اور کتاب ’’تذکرۃ الشہادتین‘‘ میں آپؑ نے یہ چیلنج دیا کہ اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ مسیح کی پیشگوئیاں صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر آپؑ کی پیشگوئیوں سے بڑھ کر تھیں تو آپ اُسے ایک ہزار روپے کا انعام دینگے۔ پس مسیح محمدی جو شان میں موسیٰؑ کے مسیح سے ہزاروں درجہ بڑھ کر تھا اگر وہ خدا نہ ہوسکا اور خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو سب نبیوں سے بڑھ کر تھے خدا نہ ہوسکے تو حضرت عیسیٰ کس طرح خدا ہوسکتے ہیں۔

آج کا انعامی چیلنج ہم ’’کتاب البریّہ‘‘ سے پیش کررہے ہیں۔ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جن کلمات سے اُن کی خدائی ثابت کرتے ہیں ایسے کلمات تو انجیل میں اَور نبیوں کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وارد ہوئے ہیں، پھر اُن سب کو خدا ہونا چاہئے تھا۔ اس ضمن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مثال پیش فرمائی کہ میرے الہامات تو مسیح کے الہامات سے کہیں بڑھ کر ہیں پھر اگر میرے الہامات سے میری خدائی ثابت نہیں ہوتی اور مَیں خدا نہیں ہوسکتا تو مسیح کس طرح خدا ہوسکتا ہے۔ آپ نے اپنے کچھ الہامات نمونۃً پیش فرمائے اور ایک عظیم الشان کشف کا بھی ذکر فرمایا جس میں آپؑ کا اور خدا کا وجود بالکل ایک ہوگیا۔ اس قدر عظیم الشان الہامات اور کشف کے بعد بھی جب آپؑ نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خدائی کا دعویٰ انصاف سے نہایت بعید اور بہت بڑا ظلم ہے۔ اس ضمن میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زرّیں ارشادات اور آپؑ کا پُرشوکت چیلنج ذیل میں پیش کرسکتے ہیں۔

حضرت مسیح نے کبھی نہیں کہا کہ مَیں خدا ہوں بلکہ صاف صاف کہا تھا کہ مَیں انسان ہوں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم میں نہیں تھیں اور ان کی تعلیم میں توریت پر کوئی بھی زیادت نہیں تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں انسان ہوں۔ ہاں جیسا کہ خدا کے مقبولوں کو عزت اور قربت اور محبت کے خدا تعالیٰ کی طرف سے القاب ملتے ہیں اور یا جیسا کہ وہ لوگ خود عشق الٰہی کی محویت میں محبت اور یکدلی کے الفاظ منہ پر لاتے ہیں ایسا ہی ان کا بھی حال تھا۔ اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتی ہے تو محب کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اس کے محبوب کی روح ایک ہوگئی ہے اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات وہ اپنے تئیں محبوب سے ایک ہی دیکھتا ہے۔ (کتاب البریّہ رُوحانی خزائن جلد 13 صفحہ 100)

تجھ سے بیعت کرنا ایسا ہے جیسا کہ مجھ سے، تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح کے کلمات والہامات کے مقابل جو اپنے الہامات نمونۃً بیان فرمائے وہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

’’تُو مجھ سے اور مَیں تجھ سے ہوں اور زمین وآسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ میرے ساتھ ہیں......اور تُو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تُو مجھ سے اس مقام اتحاد میں ہے جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ تُو اُس سے نکلا اور اُس نے تمام دنیا سے تجھ کو چنا۔ تُو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھ کو پسند کیا۔ تُو جہان کا نور ہے۔ تیری شان عجیب ہے۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا اور تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھونگا۔ تُو برکت دیا گیا۔ خدا نے تیری مجد کو زیادہ کیا۔ تُو خدا کا وقار ہے۔ پس وہ تجھے ترک نہیں کریگا۔ تُو کلمۃ الازل ہے پس تُو مٹایا نہیں جائیگا۔ میں فوجوں کے سمیت تیرے پاس آؤنگا۔ میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا۔ میں تجھے عزت دونگا اور تیری حفاظت کرونگا...... تیرے پر میرے کامل انعام ہیں۔ لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے چلو تا خدا بھی تم سے پیار کرے......تُو میری آنکھوں کے سامنے ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ خدا عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگ چاہیں گے کہ اس نور کو بجھادیں مگر خدا اس نور کو جو اس کا نور ہے کمال تک پہنچائیگا۔ ہم انکے دلوں میں رعب ڈالینگے۔ ہماری فتح آئیگی اور زمانہ کا کاروبار ہم پر ختم ہوگا اس دن کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا۔ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تُو ہے۔ جس طرف تیرا مُنہ اُس طرف خدا کا مُنہ۔ تجھ سے بیعت کرنا ایسا ہے جیسا کہ مجھ سے۔ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئینگے اور خدا کی نصرت تیرے پر اترےگی۔ تیرے لئے لوگ خدا سے الہام پائینگے اور تیری مدد کرینگے۔ کوئی نہیں جو خدا کی پیشگوئیوں کو ٹال سکے۔ اَے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی اور تیرا ذکر بلند کیا گیا۔ خدا تیری حجت کو روشن کریگا۔ تُو بہادر ہے۔ اگر ایمان ثریا میں ہوتا تو تُو اسکو پالیتا۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیئے گئے......میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا ہے......خدا تجھے ترک نہیں کریگا اور نہ چھوڑیگا جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرے......تُو مجھ میں اور تمام مخلوقات میں واسطہ ہے۔ میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی۔ تُو مدد دیا جائیگا اور کسی کو گریز کی جگہ نہیں رہے گی۔ تُو حق کیساتھ نازل ہوا اور تیرے ساتھ نبیوں کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تا اپنے دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اس کو غالب کرے......اَے میرے احمد تُو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤنگا اور تیری مدد کرونگا۔ کیا لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں۔ کہہ خدا عجیب ہے چن لیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا۔ خدا کا سایہ تیرے پر ہوگا اور وہ تیری پناہ رہیگا...... تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہوسکتا۔ ہم تجھے لوگوں کیلئے نشان بنائینگے اور یہ امر ابتدا سے مقدر تھا۔ تو میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے تو دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرب ہے۔ تیرے پر انعام خاص ہے اور تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے......میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤنگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا......تُو میرے ساتھ ہے۔ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا گیا۔ تیری میری طرف وہ نسبت ہے جسکی مخلوق کو آگاہی نہیں۔ اَے لوگو تمہارے پاس خدا کا نور آیا پس تم منکر مت ہو۔‘‘ (ایضاً صفحہ 100 تا 103)

اللہ تعالیٰ کی رُوح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہوکر اپنے وجود میں مجھے چھپالیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نمونۃً متذکرہ بالا الہامات کے بعد ایک اپنا عظیم الشان کشف بھی بیان فرمایا۔ اس کشف کا اختتام بھی عظیم الشان الہام پر ہوتا ہے۔ پس ایسے عظیم الشان الہامات اور کشف کے بعد بھی اگر آپؑ کو خدائی کے دعویٰ سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہ تھا تو مسیح کے ادنیٰ الہامات سے ان کی خدائی کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’مَیں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہوگیا ہوں یا اُس شئے کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبالیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کرلیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اِس اثناء میں مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی رُوح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہوکر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کرلیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اسکے اعضا اور میری آنکھ اسکی آنکھ اور میرے کان اسکے کان اور میری زبان اسکی زبان بن گئی تھی۔ میرے ربّ نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ اسکی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اسکی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو مَیں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور ربّ العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہوگیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی مَیل نہیں تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس میں اس شئے کی طرح ہوگیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جاملے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپالے۔ اس حالت میں مَیں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے مَیں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کرگئی اور مَیں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے

باقی صفحہ 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر فاتح اور کشورکشا نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو فتوحات بھی ملی ہوں اور عدل و انصاف بھی قائم کیا ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہونے والی عظیم الشان فتوحات کے اسباب و عوامل

حضرت عمرؓ کی شہادت کے واقعہ کا تفصیلی بیان

دو مرحومین مکرم قمر الدین صاحب مبلغِ سلسلہ انڈونیشیا اور مکرمہ صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 8؍اکتوبر 2021ء بمطابق 8؍اخاء 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ کی سیرت و سوانح لکھنے والے ایک سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کی فتوحات اور اس کے اسباب اور عوامل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مؤرخ کے دل میں فوراً یہ سوالات پیدا ہوں گے کہ چند صحرا نشینوں نے کیونکر فارس اور روم کا تختہ الٹ دیا؟

کیا یہ تاریخ عالم کا کوئی مستثنیٰ واقعہ تھا؟ (استثنائی واقعہ تھا؟) آخر اس کے اسباب کیا تھے؟ کیا ان واقعات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دی جا سکتی ہے؟ جو کچھ ہوا، اس میں فرمانروائے خلافت کا کتنا حصہ تھا؟ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس موقع پر انہی سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں لیکن اجمال کے ساتھ پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کیا تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ یعنی مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب دس سو چھتیس میل، مشرق کی جانب دس سو ستاسی میل اور جنوب کی جانب چار سو تراسی میل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ یہ پس منظر جو بیان ہوا ہے جس کو تاریخ کے حوالے سے مَیں بیان کرنے لگا ہوں یہ اس لیے ہے کہ ان فتوحات کو سمجھنے کے لیے اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ بہرحال میں بیان کرتا ہوں کہ یورپین مؤرخین کی ان فتوحات کے بارے میں کیا رائے ہے۔ پہلے سوال کا جواب یورپین مؤرخوں نے یہ دیا ہے کہ اس وقت فارس اور روم دونوں سلطنتیں اوجِ اقبال سے گر چکی تھیں جو ان کا انتہا تھی وہاں تک وہ پہنچ چکی تھیں اور قانونِ قدرت ہے کہ انہوں نے نیچے گرنا ہی تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ فارس میں خسرو پرویز کے بعد نظامِ سلطنت بالکل درہم برہم ہو گیا تھا کیونکہ کوئی لائق شخص جو حکومت کو سنبھال سکتا ہو موجود نہ تھا۔ دربار کے عمائدین اور ارکان میں سازشیں شروع ہو گئی تھیں اور انہی سازشوں کی بدولت تخت نشینوں میں ادل بدل ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ تین چار برس کے عرصہ میں ہی عنان حکومت چھ سات فرمانرواؤں کے ہاتھ میں آئی اور نکل گئی۔ یورپین مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ ایک اَور وجہ یہ ہوئی کہ نوشیرواں سے کچھ پہلے مُزْدَکِیَہ فرقہ کا بہت زور ہو گیا تھا جو الحاد اور زندقہ کی طرف مائل تھا۔ اس فرقہ کے عقائد یہ تھے کہ لوگوں کے دلوں سے لالچ اور دیگر اختلافات کو دور کر دیا جائے اور عورت سمیت تمام مملوکات کو مشترکہ ملکیت قرار دیا جائے یعنی عورت کی بھی کوئی عزت نہیں تھی تا کہ مذہب پاک اور صاف ہو جائے۔ یہ نظریہ تھا ان کا اور بعض کے نزدیک یہ معاشرتی تحریک تھی جس کا مقصد زرتشتی مذہب کو مصفّٰی کرنا تھا۔ نوشیرواں نے گو تلوار کے ذریعہ اس مذہب کو دبا دیا تھا لیکن بالکل اس کو مٹا نہ سکا۔ اسلام کا قدم جب فارس میں پہنچا تو اس فرقے کے لوگوں نے مسلمانوں کو اس حیثیت سے اپنا پشت پناہ سمجھا کہ وہ کسی مذہب اور عقائد سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ یہ یورپین مؤرخین کا نظریہ ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ عیسائیوں میں نَسْطُوری فرقہ (Nestorian) جس کو اَور کسی حکومت میں پناہ نہیں ملتی تھی وہ اسلام کے سائے میں آ کر مخالفوں کے ظلم سے بچ گیا۔ اس طرح مسلمانوں کو دو بڑے فرقوں کی ہمدردی اور اعانت مفت میں ہاتھ آ گئی۔ روم کی سلطنت خود کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ عیسائیت کے باہمی اختلافات ان دنوں زوروں پر تھے اور چونکہ اس وقت تک مذہب کو نظامِ حکومت میں دخل تھا اس لیے اس اختلاف کا اثر مذہبی خیالات تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی وجہ سے خود سلطنت کمزور ہوتی جاتی تھی۔ علامہ اس موقف کی تردید کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں جو یورپین مؤرخین کی رائے ابھی بیان ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ جواب گو واقعیت سے بالکل خالی نہیں ہے لیکن جس قدر واقعیت ہے اس سے زیادہ طرزِ استدلال کی ملمع سازی ہے جو یورپ کا خاص انداز ہے۔ بے شبہ اس وقت فارس اور روم کی سلطنتیں اصلی عروج پر نہیں رہی تھیں لیکن اس کا صرف اس قدر نتیجہ ہو سکتا تھا کہ وہ پُرزور قوی سلطنت کا مقابلہ نہ کر سکتیں نہ یہ کہ عرب جیسی بے سروسامان قوم سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہو جاتیں۔ روم اور فارس فنونِ جنگ میں ماہر تھے۔ یونان میں خاص قواعدِ حرب پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں اور جو اَب تک موجود ہیں رومیوں میں ایک مدت تک اس کا عملی رواج رہا۔ اس کے ساتھ رسد کی فراوانی تھی۔ سروسامان کی بہتات تھی۔ آلات جنگ کا تنوع تھا۔ مختلف قسم کی چیزیں تھیں۔ فوجوں کی کثرت میں کمی نہیں آئی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی ملک پر چڑھ کر جانا نہ تھا بلکہ اپنے ملک میں اپنے قلعوں میں اپنے مورچوں میں رہ کر اپنے ملک کی حفاظت کرنی تھی۔ مسلمانوں کے حملے سے ذرا ہی پہلے خسرو پرویز کے عہد میں جو ایران کی شان و شوکت کا عین شباب تھا قیصرِ روم نے ایران پر حملہ کیا اور ہر ہر قدم پر فتوحات حاصل کرتا ہوا اصفہان تک پہنچ گیا۔ شام کے صوبے جو ایرانیوں نے چھین لیے تھے واپس لے لیے اور نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا۔ ایران میں خسرو پرویز تک عموماً مسلّم ہے کہ سلطنت کو نہایت جاہ و جلال تھا۔ خسرو پرویز کی وفات سے اسلامی حملے تک صرف تین چار برس کی مدت ہے۔ اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسی قوم اور قدیم سلطنت کہاں تک کمزور ہو سکتی تھی۔ البتہ تخت نشینوں کی ادل بدل سے نظام میں فرق آ گیا تھا لیکن چونکہ سلطنت کے اجزا یعنی خزانہ، فوج اور محاصل میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اس لیے جب یزدگرد تخت نشین ہوا اور درباریوں نے اصلاح کی طرف توجہ کی تو فوراً نئے سرے سے وہی ٹھاٹھ قائم ہو گئے۔ مُزْدَکِیَہ فرقہ گو ایران میں موجود تھا لیکن ہمیں تمام تاریخ میں ان سے کسی قسم کی مدد ملنے کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ یعنی مسلمانوں کو کوئی مدد ملی ہو۔ اسی طرح فرقہ نسطوری کی کوئی اعانت ہمیں معلوم نہیں۔ نَسْطُوری عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کی ذات میں الوہیت اور بشریت دونوں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی تھیں۔ عیسائیت کے اختلافِ مذہب کا اثر بھی کسی واقعہ پر خود یورپین مؤرخوں نے کہیں نہیں بتایا۔

اب عرب کی حالت دیکھو۔ تمام فوجیں جو مصر اور ایران اور روم کی جنگ میں مصروف تھیں ان کی مجموعی تعداد کبھی ایک لاکھ تک نہ پہنچی۔ فنونِ جنگ سے واقفیت کا یہ حال تھا کہ یرموک پہلا معرکہ ہے جس میں عرب نے تَعْبِیَہ کی طرز پر صف آرائی کی۔ تَعْبِیَہ جنگ کے وقت فوج کی ایسی ترتیب جس میں سپہ سالار یا بادشاہ جو لشکر کی کمان کرتا ہے تمام فوج کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس کو ترتیبِ تَعْبِیَہ کہتے ہیں۔ خَود، زِرہ، چِلْتَہ (لوہے یا فولاد کی پوشاک) جَوْشَن (زرہ کی ایک قسم) بکتر، چار آئینہ (فولاد کی چار پلیٹیں جو سینے اور پشت اور دونوں رانوں پر باندھی جاتی تھیں) آہنی دستانے، جَھِلْم (خود پر لگی ہوئی لوہے کی کڑیاں یا نقاب) موزے جو ہر ایرانی سپاہی کا لازمی ملبوس جنگ تھا۔ اس میں سے عربوں کے پاس صرف زرہ تھی اور وہ بھی اکثر چمڑے کی ہوتی تھی۔ ان کا یہ سارا پروٹیکشن (protection) کا سامان لوہے کا تھا اور عربوں کے پاس اگر کچھ چھوٹا موٹا تھا بھی تو وہ چمڑے کا تھا۔ رکاب لوہے کی بجائے لکڑی کی ہوتی تھی۔ آلات جنگ میں گُرز اور کَمند سے عرب بالکل آشنا نہیں تھے۔ گرز ایک ہتھیار کا نام ہے جو اوپر سے گول اور موٹا ہوتا ہے اور نیچے دستہ لگا ہوتا ہے اور دشمن کے سر پر مارتے ہیں۔ کمند پھندہ یا جال یا رسی۔ عربوں کے پاس تیر تھے لیکن ایسے چھوٹے اور کم حیثیت تھے کہ قادسیہ کے معرکے میں ایرانیوں نے جب پہلے پہل عربوں کے ان تیروں کو دیکھا تو سمجھا کہ تکلے یا سوئے ہیں۔ مصنف علامہ صاحب ان کے اصلی اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس سوال کا اصلی جواب صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں میں اس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت جو جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی، دلیری پیدا ہو گئی تھی اور جس کو حضرت عمرؓ نے اَور زیادہ قوی اور تیز کر دیا تھا۔

روم اور فارس کی سلطنتیں عین عروج کے زمانے میں بھی اس کی ٹکر نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ البتہ اس کے ساتھ اور چیزیں بھی مل گئی تھیں جنہوں نے فتوحات میں نہیں بلکہ قیامِ حکومت میں مدد دی۔ اس میں سب سے مقدم چیز مسلمانوں کی راست بازی اور دیانت داری تھی۔ جو ملک فتح ہوتا تھا وہاں کے لوگ مسلمانوں کی راست بازی سچائی کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے تھے کہ باوجود اختلافِ مذہب کے ان کی سلطنت کا زوال نہیں چاہتے تھے۔ یرموک کے معرکے سے قبل جنگ کے لیے جب مسلمان شام کے اضلاع سے نکلے تو تمام عیسائی رعایا نے پکارا کہ خدا تم کو پھر اس ملک میں لائے اور یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا کہ ہمارے جیتے جی قیصر اب یہاں نہیں آ سکتا۔ رومیوں کی حکومت جو شام اور مصر میں تھی وہ بالکل جابرانہ تھی اس لیے رومیوں نے جو مقابلہ کیا وہ سلطنت اور فوج کے زور سے کیا، رعایا ان کے ساتھ نہیں تھی۔ مسلمانوں نے جب سلطنت کا زور توڑا تو آگے مطلع صاف تھا، کوئی روک نہیں تھی۔ یعنی رعایا کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوئی۔ البتہ ایران کی حالت اس سے مختلف تھی۔ وہاں سلطنت کے نیچے بہت سے بڑے بڑے رئیس تھے جو بڑے بڑے اضلاع اور صوبوں کے مالک تھے وہ سلطنت کے لیے نہیں بلکہ خود اپنی ذاتی حکومت کے لیے لڑتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ پایہ تخت کے فتح کر لینے پر بھی فارس میں ہر قدم پر مسلمانوں کو مزاحمتیں پیش آئیں لیکن عام رعایا وہاں بھی مسلمانوں کی گرویدہ ہوتی جاتی تھی اور اس لیے فتح کے بعد بقائے حکومت میں ان سے بہت مدد ملتی تھی۔ حکومت کے قیام میں مدد ملتی تھی۔ ایک اَور بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کا اوّل اوّل حملہ شام اور عراق پر ہوا اور دونوں مقامات پر کثرت سے عرب آباد تھے۔ شام میں دمشق کا حاکم غسّانی خاندان تھا جو برائے نام قیصر کا محکوم تھا۔ عراق میں لَخْمِی خاندان والے دراصل ملک کے مالک تھے گو کسریٰ کو خراج کے طور پر کچھ دیتے تھے۔ ان عربوں نے اگرچہ اس وجہ سے کہ عیسائی ہو گئے تھے اوّل اوّل مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن قومی اتحاد کا جذبہ رائیگاں نہیں جا سکتا تھا۔ عراق کے بڑے بڑے رئیس بہت جلد مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہو جانے پر وہ مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے۔ شام میں آخر عربوں نے اسلام قبول کر لیا اور رومیوں کی حکومت سے آزاد ہو گئے۔

سکندر اور چنگیز وغیرہ کا نام لینا یہاں بالکل بے موقع ہے۔ بے شبہ ان دونوں نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں لیکن کس طرح؟ قہر، ظلم اور قتلِ عام کی بدولت۔ چنگیز کا حال تو سب کو معلوم ہے۔ سکندر وغیرہ کی فتوحات کا اگر موازنہ کریں تو سکندر کی یہ کیفیت ہے کہ جب اس نے شام کی طرف شہر صُوْر کو فتح کیا تو چونکہ وہاں کے لوگ دیر تک جم کر لڑے تھے اس لیے قتل عام کا حکم دیا اور ایک ہزار شہریوں کے سر شہر پناہ کی دیوار پر لٹکا دیے گئے۔ جو فصیل تھی اس پر لٹکا دیے۔ اس کے ساتھ تیس ہزار باشندوں کو لونڈی غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ جو لوگ قدیم باشندے اور آزادی پسند تھے ان میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ اسی طرح فارس میں جب اِصْطَخْر (اِصْطَخْر فارس کے قدیم شہروں میں سے تھا اس) کو فتح کیا تو تمام مردوں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح کی اَور بھی بے رحمیاں اس کے کارناموں میں مذکور ہیں یعنی سکندر کے کارناموں میں۔ پھر اسلامی فتوحات سے اس کا کس طرح موازنہ ہو سکتا ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ ظلم اور ستم سے سلطنت برباد ہو جاتی ہے۔ یہ اس لحاظ سے صحیح ہے کہ ظلم کی بقا نہیں۔ چنانچہ سکندر اور چنگیز کی سلطنتیں بھی دیرپا نہ ہوئیں لیکن فوری فتوحات کے لیے اسی قسم کی سفاکیاں کارگر ثابت ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ سے ملک کا ملک مرعوب ہو جاتا ہے اور چونکہ رعایا کا بڑا گروہ ہلاک ہو جاتا ہے اس لیے بغاوت اور فساد کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ چنگیز، بُخْتُ نَصر، تیمور، نادر شاہ جتنے بڑے بڑے فاتح گزرے ہیں سب کے سب سفاک بھی تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات میں کبھی قانون اور انصاف سے تجاوز نہیں ہو سکتا تھا۔

آدمیوں کا قتل عام ایک طرف، درختوں کے کاٹنے تک کی اجازت نہیں تھی۔ بچوں اور بوڑھوں سے بالکل تعرض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بجز عین معرکہ کارزار کے کوئی شخص قتل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یعنی لڑائی کے دوران میں قتل ہو تو ہو، اس کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کرنا۔ دشمن سے کسی موقع پر بدعہدی یا فریب دہی نہیں کی جا سکتی تھی۔ افسروں کو تاکیدی احکام دیے جاتے تھے کہ اگر دشمن تم سے لڑائی کریں تو تم ان سے فریب نہ کرو۔ کسی کی ناک، کان نہ کاٹو۔ کسی بچے کو قتل نہ کرو۔ کھل کے لڑو۔ پھر جو لوگ مطیع ہو کر باغی ہو جاتے تھے یعنی ایک دفعہ اطاعت کر لی پھر باغی ہو گئے ان سے دوبارہ اقرار لے کر درگزر کی جاتی تھی یہاں تک کہ جب عَرْبَسُوس والے تین تین دفعہ متواتر اقرار کر کے پھر گئے، (یہ عَرْبَسُوس جو ہے یہ شام کی آخری سرحد پر واقع ایک شہر کا نام ہے جس کی سرحد ایشیائے کُوچک سے ملی ہوئی تھی۔) تو صرف اس قدر کیا کہ ان کو وہاں سے جلا وطن کر دیا لیکن اس کے ساتھ ان کی کل جائیداد مقبوضہ کی قیمت ادا کر دی۔ پیسے دے دیے۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ اگر خیبر کے یہودیوں کو سازش اور بغاوت کے جرم میں نکالا تھا تو ان کی مقبوضہ ارضیات کا معاوضہ دے دیا تھا اور اضلاع کے حکام کو احکام بھیج دیے کہ جدھر سے ان لوگوں کا گزر ہو ان کو ہر طرح کی اعانت دی جائے اور جب کسی شہر میں قیام پذیر ہوں تو ایک سال تک ان سے جزیہ نہ لیا جائے۔

پھر لکھتے ہیں کہ جو لوگ فتوحات فاروقی کی حیرت انگیزی کا جواب دیتے ہیں کہ دنیا میں اَور بھی ایسے فاتح گزرے ہیں ان کو یہ دکھانا چاہیے کہ اس احتیاط، اس قید یعنی اتنی پابندی، اس درگزر کے ساتھ دنیا میں کس حکمران نے ایک چپہ بھی غیروں کی زمین فتح کی ہے۔ اسکے علاوہ سکندر اور چنگیز وغیرہ خود ہر موقع اور ہر جنگ میں شریک رہتے تھے اور خود سپہ سالار بن کر فوج کو لڑاتے تھے اسکی وجہ سے علاوہ اسکے کہ فوج کو ایک ماہر سپہ سالار ہاتھ آتا تھا، فوج کے دل قوی رہتے تھے اور ان میں بالطبع اپنے آقا پر فدا ہونے کا جوش پیدا ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مدتِ خلافت میں ایک دفعہ بھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ فوجیں ہر جگہ کام کر رہی تھیں۔ البتہ ان کی باگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ ایک اَور بڑا واضح اور صریح فرق یہ ہے کہ سکندر وغیرہ کی فتوحات گزرنے والے بادل کی طرح تھیں۔ ایک دفعہ زور سے آیا اور نکل گیا۔ ان لوگوں نے جو ممالک فتح کیے وہاں کوئی نظم حکومت نہیں قائم کیا۔ اسکے برخلاف فتوحات فاروقی میں یہ استواری تھی کہ جو ممالک اس وقت فتح ہوئے تیرہ سو برس گزرنے پر آج بھی اسلام کے قبضہ میں ہیں اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہر قسم کے ملکی انتظامات وہاں قائم ہو گئے تھے۔

پھر جو حضرت عمرؓ کی فتوحات کا خاص کردار ہے اس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ آخری سوال کا جواب عام رائے کے موافق یہ ہے کہ فتوحات میں خلیفۂ وقت کا اتنا کردار نہیں ہے بلکہ اس وقت کے جوش اور عزم کی جو حالت تھی اسی کی وجہ سے تمام فتوحات ہوئیں۔ یہ ایک سوال ہے لیکن کہتے ہیں کہ جو کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کردار نہیں ہے، ہماری رائے کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی تو آخر وہی مسلمان تھے لیکن کیا نتیجہ ہوا۔ جوش اور اثر بے شبہ برقی قوتیں ہیں لیکن یہ قوتیں اس وقت کام دے سکتی ہیں جب کام لینے والا بھی اسی زور اور قوت کا ہو۔ قیاس اور استدلال کی ضرورت نہیں، واقعات خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ فتوحات کے تفصیلی حالات پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام فوج پُتلی کی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی اور فوج کا جو نظم و نسق تھا وہ خاص ان کی سیاست اور تدبیر کی بدولت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کی ترتیب، فوجی مشقیں، بیرکوں کی تعمیر، گھوڑوں کی پرداخت، قلعوں کی حفاظت، جاڑے اور گرمی کے لحاظ سے حملوں کا تعین، فوج کی نقل و حرکت، پرچہ نویسی کا انتظام، افسران فوجی کا انتخاب یعنی جو فوجی افسران تھے ان کا انتخاب، قلعہ شکن آلات کا استعمال، یہ اور اس قسم کے امور خود ایجاد کیے اور ان کو کس کس عجیب و غریب زور و قوت کے ساتھ قائم رکھا یہ حضرت عمرؓ کا خاصہ ہے۔ عراق کی فتوحات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درحقیقت خود سپہ سالاری کا کام کیا تھا۔ فوج جب مدینہ سے روانہ ہوئی تو ایک ایک منزل بلکہ راستہ تک خود متعین کر دیا تھا کہ یہاں سے جانا ہے، یہاں سے گزرنا ہے، یہاں یہ کرنا ہے اور اس کے موافق تحریری احکام بھیجتے رہتے تھے۔ فوج جب قادسیہ کے قریب پہنچی تو موقع کا نقشہ منگوا کر بھیجا اور اس کے لحاظ سے فوج کی ترتیب اور صف آرائی سے متعلق ہدایتیں بھیجیں۔ جس قدر افسر جن جن کاموں پہ مامور ہوتے تھے ان کے خاص حکم کے موافق مامور ہوتے تھے۔ تاریخ طبری میں اگر عراق کے واقعات کو تفصیل سے دیکھو تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک بڑا سپہ سالار دور سے تمام فوجوں کو لڑا رہا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کے اشاروں پر ہوتا ہے۔ ان تمام لڑائیوں میں جو دس برس کی مدت میں پیش آئیں سب سے زیادہ خطرناک دو موقعے تھے ایک نَہَاوَنْد کا معرکہ جب ایرانیوں نے فارس کے صوبہ جات میں ہر جگہ نقیب دوڑا کر تمام ملک میں آگ لگا دی تھی اور لاکھوں فوج مہیا کر کے مسلمانوں کی طرف بڑھے تھے۔ دوسرے جب قیصرِ روم نے جزیرہ والوں کی اعانت سے دوبارہ حِمْص پر چڑھائی کی تھی۔ ان دونوں معرکوں میں صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسن تدبیر تھی جس نے ایک طرف ایک اٹھتے ہوئے طوفان کو دبا دیا اور دوسری طرف ایک کوہِ گراں کے پرخچے اڑا دیے۔ ان واقعات کی تفصیل کے بعد یہ دعویٰ صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر فاتح اور کشور کشا نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو۔ (ماخوذ از الفاروق از مولانا شبلی نعمانی، صفحہ 170 تا 177، 287، دار الاشاعت کراچی 1991ء) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 20، زیر لفظ مُزدک، صفحات 529-530، شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور) (اردو لغت، زیر لفظ نَسطُوریت، جلد 19، صفحہ 932، اردو لغت بورڈ کراچی) (اردو لغت، زیر لفظ تَعْبِیَہ، جلد پنجم، صفحہ 281-282، اردو لغت بورڈ کراچی) (معجم البلدان، جلد 1، صفحہ 249-250، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فتوحات بھی ملی ہوں اور عدل و انصاف بھی قائم کیا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو شہادت کی دعا دینے کے بارے میں آتا ہے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کو شہید کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ حضرت عمرؓ نے اس کا کیا جواب دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ نئے کپڑے پہنو اور قابلِ تعریف زندگی گزارو اور شہیدوں کی موت پاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تمہیں دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کرے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحہ 429، حدیث 5620، دار الکتب العلمیہ بیروت 1998ء)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اُحُد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان کے سمیت ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُحُد! ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث 3675)

حضرت اُبَی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا کہ عالمِ اسلام حضرت عمرؓ کی وفات پر روئے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد اول، صفحہ 67-68، روایت 61- سن عمر ووفاتہ وفی سنۃ اختلاف، دار احیاء التراث العربی 2002ء)

شہادت کی تمنا جو حضرت عمرؓ کو تھی اس کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ امّ المومنین حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ قَتْلًا فِيْ سَبِيْلِكَ وَوَفَاةً فِيْ بَلَدِ نَبِيِّكَ کہ اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں وفات دے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِأَمْرِهٖ أَنّٰى شَاءَ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آتا ہے جس طرح وہ چاہے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 252، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عمرؓ نے شہادت کے متعلق جو دعا کی تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ کے کتنے مقرب تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ یہاں میرے بعد سے مراد معاً بعد ہے تو وہ شخص جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قابل سمجھتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے کسی کو شہادت کے مرتبہ سے اٹھا کر نبوت کے بلند مرتبہ پر فائز کرنا ہوتا تو اس کا مستحق عمرؓ تھا۔ وہ عمرؓ جس کی قربانیوں کو دیکھ کر یورپ کے اشد ترین مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی قربانی کرنے اور اس طرح اپنے آپ کو مٹا دینے والا انسان بہت کم ملتا ہے اور جس کی خدمات کے متعلق وہ یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کو ان سے ہی وابستہ کرتے ہیں۔ وہ عمرؓ دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی! میری موت مدینہ میں ہو اور شہادت سے ہو۔“ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ”یہ دعا محبت کے جوش میں کی ورنہ یہ دعا تھی بہت خطرناک۔ اس کے معنے یہ بنتے تھے کہ کوئی اتنا زبردست غنیم ہو“ ایسا حملہ آور حملہ کرنے والا ہو ”کہ جو تمام اسلامی ممالک کو فتح کرتا ہوا مدینہ پہنچ جائے اور پھر وہاں آ کر آپؓ کو شہید کرے لیکن اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے اس نے حضرت عمرؓ کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا اور مدینہ کو بھی ان آفات سے بچا لیا جو بظاہر اس دعا کے پیچھے مخفی تھیں اور وہ اس طرح کہ اس نے مدینہ میں ہی ایک کافر کے ہاتھ سے آپؓ کو شہید کروا دیا۔ بہرحال حضرت عمرؓ کی دعا سے پتہ لگ جاتا ہے کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کے قرب کی یہی نشانی تھی کہ اپنی جان کو اس کی راہ میں قربان کرنے کا موقع مل سکے لیکن آج قرب کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے۔“ اپنے خطبہ میں ایک وصیت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ، احمدیوں کو فرما رہے ہیں کہ ”لیکن آج قرب کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے کہ خدا بندہ کی جان بچا لے۔“ (خطبات محمود، جلد 17، صفحہ 474-475)

ایک اَور جگہ حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ اور دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ آپؓ ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ مجھے موت مدینہ میں آئے اور شہادت کی موت آئے۔

دیکھو موت کس قدر بھیانک چیز ہے۔ موت کے وقت عزیز سے عزیز بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کسی عورت کی ایک بیٹی بیمار ہوگئی۔ حضرت مصلح موعودؓ دو واقعہ سنا رہے ہیں کہ موت سے لوگ کس طرح ڈرتے ہیں۔ اس ڈرنے کا ایک واقعہ اس طرح ہے، ایک کہانی ہے کہ کسی عورت کی بیٹی بیمار ہوگئی۔ وہ دعائیں کرتی تھی خدایا میری بیٹی بچ جائے اور اس کی جگہ میں مر جاؤں۔ بہت پیار کا اظہار کر رہی تھی بیٹی سے۔ ایک رات اتفاق سے اس عورت کی گائے کی رسی کھل گئی اور اس نے ایک برتن میں منہ ڈالا۔ گائے نے برتن میں منہ ڈال دیا جس میں اس کا سر پھنس گیا اور وہ اسی طرح گھڑا سر پر اٹھا کر ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ گائے پریشان ہوگئی، سر پھنس گیا، بھاگنے لگی۔ یہ دیکھ کر کہ گائے کے جسم پر منہ کی بجائے کوئی اَور بڑی سی چیز ہے وہ عورت ڈر گئی۔ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ یہ کیا ہے؟ گائے بھاگ رہی ہے اور اس کے منہ پر کوئی اَور چیز نظر آ رہی ہے۔ وہ ڈر گئی۔ اس نے سمجھا کہ شاید میری دعا قبول ہوگئی ہے اور عزرائیل میری جان نکالنے کے لیے آیا ہے۔ اس پر بے اختیار بول اٹھی کہ عزرائیل بیمار مَیں نہیں ہوں بلکہ وہ لیٹی ہے۔ اس کی جان نکال لے یعنی بیٹی کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ جان اتنی پیاری چیز ہے کہ اسے بچانے کیلئے انسان ہر ممکن تدبیر کرتا ہے۔ کہاں تو یہ تھا کہ دعا کر رہی تھی۔ کہاں جب دیکھا کہ واقعی کوئی ایسا خطرہ پیدا ہو گیا ہے تو بیٹی کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس کی جان نکال لو۔ فرماتے ہیں انسان ہر ممکن تدبیر کرتا ہے جان بچانے کیلئے۔ علاج کراتے کراتے کنگال ہو جاتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو یہی جان خدا تعالیٰ کے لیے دینے کی اس قدر خواہش تھی کہ حضرت عمرؓ دعائیں کرتے تھے کہ مجھے مدینہ میں شہادت نصیب ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ دعا کس قدر خطرناک تھی۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ دشمن مدینہ پر چڑھ آئے اور مدینہ کی گلیوں میں حضرت عمرؓ کو شہید کر دے لیکن خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو اَور رنگ میں قبول کر لیا اور وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے ہاتھوں سے ہی مدینہ میں شہید کر دیے گئے۔ کہا یہی جاتا ہے کہ شہید کرنے والا کافر تھا لیکن بعض جگہ یہ بھی روایت مل جاتی ہے کہ شاید مسلمان کہلاتا تھا لیکن بہرحال عمومی طور پر یہی ہے کہ وہ کافر تھا۔ پہلی دفعہ حضرت مصلح موعودؓ نے کافر بیان کیا ہے دوسری جگہ مسلمان کہلانے والا کہا ہے۔ یعنی کہ خود بھی پوری طرح تسلی نہیں ہے کہ مسلمان تھا کہ نہیں۔ اور بعض کے نزدیک وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ ہاں خود ہی یہ فرما رہے ہیں کہ بعض کے نزدیک وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ بہرحال وہ ایک غلام تھا جس سے خدا تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو شہید کرا دیا تو انسان خود جن چیزوں کو چاہتا ہے اور خواہش رکھتا ہے وہ اس کیلئے مصیبت نہیں ہوتیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود، جلد 1، صفحہ 166-167)

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ بھی ایک خطبہ میں بیان فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت اور وفات کے متعلق صحابہ کرام کا رؤیا حضرت ابو بُردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالکؓ نے ایک خواب دیکھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص دوسرے لوگوں سے تین ہاتھ بلند ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ عمر بن خطاب ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کس وجہ سے باقی لوگوں سے بلند ہیں۔ کہا ان میں تین خوبیاں ہیں؛ وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، وہ اللہ کی راہ میں شہادت پانے والے ہیں اور وہ خلیفہ ہیں جنہیں خلیفہ بنایا جائے گا۔ پھر حضرت عوفؓ اپنی خواب سنانے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکرؓ اس زمانے میں خلیفہ تھے۔ انہیں یہ بتایا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو بشارت دی اور حضرت عوفؓ سے فرمایا اپنی خواب بیان کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے گا تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹا اور خاموش کروا دیا کیونکہ یہ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کا واقعہ ہے۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ شام کی طرف گئے۔ آپ خطاب فرما رہے تھے کہ آپ نے حضرت عوفؓ کو دیکھا۔ آپ نے انہیں بلایا اور منبر پر چڑھا لیا اور انہیں کہا کہ اپنی خواب سناؤ۔ انہوں نے اپنی خواب سنائی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ میں اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنا دے گا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے خلیفہ بنایا جائے گا تو میں خلیفہ مقرر ہو چکا ہوں اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جو اس نے میرے سپرد کیا ہے وہ اس میں میری مدد فرمائے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شہید کیا جاؤں گا تو مجھے شہادت کیسے نصیب ہو سکتی ہے! میں جزیرہ عرب میں ہی رہتا ہوں اور اپنے اردگرد کے لوگوں سے جنگ نہیں کرتا۔ پھر فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو وہ اس شہادت کو لے آئے گا۔ یعنی گو بظاہر حالات نہیں ہیں لیکن اگر اللہ چاہے تو لا سکتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے بہت سے راستے اختیار کیے پھر وہ سب مٹ گئے۔ صرف ایک راستہ رہ گیا اور میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ میں ایک پہاڑ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکرؓ ہیں اور آپ حضرت عمرؓ کو اشارے سے بلا رہے ہیں کہ وہ آئیں تو میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین فوت ہو گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا (دل میں یہ کہتے ہیں کہ) آپ یہ خواب حضرت عمرؓ کو نہیں لکھیں گے۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کہ حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی خبر دوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 252-253، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

سعید بن ابو ہِلال سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے جمعہ کے دن لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر فرمایا اے لوگو! مجھے ایک خواب دکھایا گیا ہے جس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک سرخ مرغ ہے جس نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری ہے۔ چنانچہ میں نے یہ رؤیا اَسماء بنت عُمَیس سے بیان کیا تو انہوں نے بتایا یعنی تاویل یہ کی کہ عجمیوں میں سے کوئی شخص مجھے قتل کرے گا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 255، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت کے بارے میں کہ کس دن حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا اور آپؓ کس دن دفن ہوئے؟ اس سلسلہ میں مختلف روایات ملتی ہیں۔

طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ پر بدھ کے روز حملہ ہوا اور جمعرات کے دن آپؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو 26/ ذوالحجہ 23 ہجری کو حملہ کر کے زخمی کیا گیا اور یکم محرم 24 ہجری صبح کے وقت آپؓ کی تدفین ہوئی۔ عثمان اَخْنَس کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات 26/ ذوالحجہ بدھ کے روز ہوئی۔ اَبُو مَعْشَر کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو 27/ ذوالحجہ کو شہید کیا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 278، سن 23 ہجری دار الکتب العلمیۃ 1990ء) (البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، جلد 4، صفحہ 134، مطبوعہ للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان 1997ء)

تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر کے علاوہ اکثر مؤرخین کے نزدیک حضرت عمر 26/ ذوالحجہ 23 ہجری کو زخمی ہوئے اور یکم محرم چوبیس ہجری کو آپؓ کی وفات ہوئی اور اسی روز آپ کی تدفین ہوئی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جزء الخامس، صفحہ 54، ذکر الخبر عن وفاۃ عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت) (الکامل فی التاریخ، جزء الثانی، صفحہ 448، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (ماخوذ از الفاروق از شبلی، صفحہ 154، ادارہ اسلامیات 2004ء)

شہادت کے واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے۔ عَمرو بن مَیْمُون بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ان کے زخمی کیے جانے سے کچھ دن پہلے مدینہ میں دیکھا۔ وہ حُذَیفہ بن یَمان اور عُثمان بن حُنَیف کے پاس رکے اور فرمانے لگے کہ عراق کی اراضی کے لیے جس کا انتظام خلافت کی جانب سے ان کے سپرد تھا تم دونوں نے کیا کیا ہے؟ کیا تمہیں یہ اندیشہ تو نہیں کہ تم دونوں نے زمین پر ایسا لگان مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم نے وہی لگان مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت رکھتی ہے۔ یعنی زمین کی اتنی پوٹینشل (potential) ہے کہ اس میں سے اتنی فصل نکل سکے۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر دیکھ لو کہ تم لوگوں نے زمین پر ایسا لگان تو مقرر نہیں کیا جس کی وہ طاقت نہ رکھتی ہو؟ راوی کہتے ہیں ان دونوں نے کہا: نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو میں ضرور اہلِ عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی شخص کی محتاج نہ ہوں گی۔ راوی نے کہا پھر اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ پر ابھی چوتھی رات نہیں آئی تھی کہ وہ زخمی ہو گئے۔ راوی نے کہا کہ جس دن وہ زخمی ہوئے، میں کھڑا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان سوائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے کوئی نہ تھا اور آپؓ کی عادت تھی کہ جب دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے جاتے کہ صفیں سیدھی کر لو۔ یہاں تک کہ جب دیکھتے کہ ان میں کوئی خلل نہیں رہ گیا تو آگے بڑھتے اور اللہ اکبر کہتے اور بسا اوقات نماز فجر میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا ایسی ہی سورہ پہلی رکعت میں پڑھتے تا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ ابھی انہوں نے اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ میں نے ان کو کہتے سنا کہ مجھے قتل کر دیا یا کہا مجھے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ جب اس نے یعنی حملہ آور نے آپ پر وار کیا تو وہ عجمی دو دھاری چھری لیے ہوئے بھاگا۔ وہ کسی کے پاس سے دائیں اور بائیں نہ گزرتا مگر اس کو زخمی کرتا جاتا یعنی وہ جہاں سے بھی گزرتا اس خوف سے کہ لوگ یا کوئی پکڑنے والا اگر کوئی پکڑنے کی کوشش کرتا تو وہ اسی چھری سے اس پر بھی وار کرتا جاتا اور لوگوں کو زخمی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا۔ ان میں سے سات مر گئے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے جب یہ دیکھا تو اس نے کوٹ، بخاری میں اس جگہ بُرْنُس کا لفظ آیا ہے جو اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ سر ڈھانپنے والا حصہ بھی ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ لمبا چوغہ اور ساتھ ہی سر ڈھانپنے والی ٹوپی سی لگی ہوتی ہے۔ لمبی ٹوپی کو بھی کہتے ہیں۔ بہرحال وہ کوٹ اس پر پھینکا۔ جب اس نے یقین کر لیا کہ وہ پکڑا گیا تو اس نے اپنا گلا کاٹ لیا۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے کیا اور راوی کہتے ہیں کہ جو حضرت عمرؓ کے قریب تھے انہوں نے بھی وہ دیکھا جو میں نے دیکھا اور مسجد کے اطراف میں جو تھے وہ نہیں جانتے تھے سوائے اس کے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی آواز کو غائب پایا اور وہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کہنے لگے تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے لوگوں کو مختصر نماز پڑھائی۔ پھر جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا ابن عباسؓ! دیکھو مجھ کو کس نے مارا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کچھ دیر چکر لگایا پھر آئے اور انہوں نے بتایا کہ مغیرہ کے غلام نے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہی جو کاریگر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے اس کے متعلق نیک سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو یعنی یہاں سے بھی ثابت ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا۔ اے ابن عباسؓ! تم اور تمہارا باپ پسند کرتے تھے کہ یہ عجمی غلام مدینہ میں زیادہ سے زیادہ ہوں اور حضرت عباسؓ کے پاس سب سے زیادہ غلام تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں کر گزروں۔ یعنی اگر آپ چاہیں تو ہم بھی مدینہ میں موجود عجمی غلاموں کو قتل کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ درست نہیں ہے۔ کہا کہ خصوصاً جبکہ اب وہ تمہاری زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور تمہارے قبلے کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں۔ بہت سے غلام ایسے بھی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ہم انہیں یعنی حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ گھر میں چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مسلمانوں پر اس دن سے پہلے ایسی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ کوئی کہتا: کچھ نہیں ہوگا اور کوئی کہتا: مجھے ان کے بارے میں خطرہ ہے کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ آخر ان کے پاس نبیذ لائی گئی اور انہوں نے اس کو پیا جو ان کے پیٹ سے نکل گئی۔ پھر ان کے پاس دودھ لایا گیا انہوں نے اسے پیا وہ بھی آپ کے زخم سے نکل گیا تو لوگ سمجھ گئے کہ آپؓ کی وفات ہو جائے گی۔ عمرو بن مَیْمُون کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اور دیگر لوگ بھی آئے جو ان کی تعریف کرنے لگے۔ اور ایک نوجوان شخص آیا۔ اس نے کہا امیر المومنینؓ! آپؓ اللہ کی اس بشارت سے خوش ہو جائیں جو آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے حاصل ہے اور ابتدا میں اسلام لانے کے شرف کی وجہ سے ہے جسے آپؓ خوب جانتے ہیں۔ پھر آپؓ خلیفہ بنائے گئے اور آپؓ نے انصاف کیا پھر شہادت۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میری تو یہ آرزو ہے۔ یہ باتیں برابر برابر ہی رہیں۔ نہ میرا

مواخذہ ہو اور نہ مجھے ثواب ملے۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو اس کا تہ بند زمین سے لگ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس لڑکے کو میرے پاس واپس لاؤ۔ فرمانے لگے میرے بھتیجے اپنا کپڑا اٹھائے رکھو۔ اس سے تمہارا کپڑا ابھی زیادہ دیر چلے گا۔ زمین سے گھسٹنے سے پھٹے گا نہیں اور یہ فعل تمہارے ربّ کے نزدیک تقویٰ کے زیادہ قریب ہوگا۔ یعنی بعض دفعہ بلاوجہ تکبر پیدا ہوجاتا تھا۔ اس زمانے میں لمبے کپڑے اس لیے بھی لوگ پہنتے تھے کہ امارت کی نشانی ہو تو انہوں نے کہا تکبر نہ پیدا ہو اور یہ تقویٰ کے قریب رہے۔

پھر عبداللہ بن عمرؓ کو کہنے لگے دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے۔ انہوں نے حساب کیا تو اس کو چھیاسی ہزار درہم یا اس کے قریب پایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عمرؓ کے خاندان کی جائیداد اس کو پورا کر دے تو پھر ان کی جائیداد سے اس کو ادا کردو ورنہ بنوعدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کی جائیدادیں بھی پوری نہ کریں تو قریش سے مانگنا اور اس کے سوا کسی کے پاس نہ جانا۔ یہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا۔ حضرت عائشہ، ام المومنینؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہنا کہ عمر آپ کو سلام کہتے ہیں اور امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مومنوں کا امیر نہیں اور ان سے کہنا کہ عمر بن خطاب اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ اسے اس کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔

بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا اس وقت کہا تھا جب آپؓ کو موت کا یقین ہو گیا تھا اور حضرت عائشہؓ کے لیے اس میں اشارہ تھا کہ امیر المومنین کہنے کی وجہ سے ڈریں نہیں۔ چنانچہ عبداللہ نے سلام کہا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ پھر ان کے پاس اندر گئے تو انہیں دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: عمر بن خطابؓ آپؓ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کہ مَیں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا ہوا تھا لیکن آج میں اپنی ذات پر ان کو مقدم کروں گی۔ جب حضرت عبداللہؓ لوٹ کر آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمرؓ آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے اٹھاؤ تو ایک شخص نے آپؓ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ آپؓ نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ عبداللہ نے کہا امیر المومنین! وہی جو آپؓ پسند کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی ہے۔ کہنے لگے الحمدللہ! اس سے بڑھ کر اَور کسی چیز کی مجھے فکر نہ تھی۔ جب مَیں مر جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے جانا۔ پھر سلام کہنا اور یہ کہنا کہ عمر بن خطابؓ اجازت مانگتا ہے۔ اگر انہوں نے میرے لیے اجازت دی تو مجھے اندر حجرے میں تدفین کے لیے لے جانا اور اگر انہوں نے مجھے لوٹا دیا تو پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں واپس لے جانا۔ امّ المومنین حضرت حفصہؓ آئیں اور دوسری عورتیں بھی ان کے ساتھ آئیں۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو ہم چلے گئے۔ وہ ان کے پاس اندر گئیں اور کچھ دیر ان کے پاس روتی رہیں۔ پھر جب کچھ مردوں نے اندرونی حصہ میں آنے کی اجازت مانگی تو وہ مردوں کے آتے ہی اندر چلی گئیں اور ہم اندر سے ان کے رونے کی آواز سنتے رہے۔ لوگوں نے کہا امیر المومنین وصیت کر دیں۔ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے کہا میں اس خلافت کا حق دار ان چند لوگوں میں سے بڑھ کر اَور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ ان سے راضی تھے۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعدؓ کا نام لیا اور کہا عبداللہ بن عمرؓ تمہارے درمیان موجود رہے گا لیکن اس امر یعنی خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اگر خلافت سعدؓ کو مل گئی تو پھر وہی خلیفہ ہو ورنہ جو بھی تم میں سے امیر بنایا جائے وہ سعدؓ سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے ان کو اس لیے معزول نہیں کیا تھا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ کوئی خیانت کی تھی۔ نیز فرمایا میں اس خلیفہ کو جو میرے بعد ہوگا پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق ان کے لیے پہچانیں۔ ان کی عزت کا خیال رکھیں۔ مَیں انصار کے متعلق بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جو مدینہ میں پہلے سے رہتے تھے اور مہاجرین کے آنے سے پہلے ایمان قبول کر چکے تھے۔ جو ان میں سے نیک کام کرنے والا ہو اسے قبول کیا جائے اور جو اُن میں سے قصور وار ہو اس سے درگزر کیا جائے اور میں سارے شہروں کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی ان کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال کے حصول کا ذریعہ ہیں اور دشمن کے کڑھنے کا موجب ہیں اور یہ کہ ان کی رضامندی سے ان سے وہی لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے بچ جائے۔ اور میں اُس کو بدوی عربوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی آئندہ کے خلیفہ کو کیونکہ وہ عربوں کی جڑ ہیں اور اسلام کا مادہ ہیں یہ کہ ان کے اموال میں سے جو زائد ہے وہ لیا جائے اور پھر ان کے محتاجوں کو لوٹایا جائے اور میں اس کو اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے عہدوں کو ان کے لیے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ جب آپؓ فوت ہو گئے تو ہم ان کو لے کر نکلے اور پیدل چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کو السلام علیکم کہا اور کہا عمر بن خطابؓ اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو اندر لے آؤ۔ چنانچہ ان کو اندر لے جایا گیا اور وہاں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھ دیے گئے۔ جب ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو وہ آدمی جمع ہوئے جن کا حضرت عمرؓ نے نام لیا تھا تا کہ انتخاب خلافت ہو سکے اور پھر وہ اگلی کارروائی ہوئی۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب قصۃ البیعۃ، والاتفاق علی عثمان بن عفان، حدیث 3700)
(عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری، جلد 16، صفحہ 292، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء) (لغات الحدیث، جلد 1، صفحہ 137 برنس، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

ابھی یہ چل رہا ہے اس بارے میں باقی ان شاء اللہ آئندہ مَیں بیان کروں گا۔ آج جرمنی کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بابرکت فرمائے۔ زیادہ سے زیادہ جرمن احمدیوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق دے۔ دو دن کا یہ جلسہ ہے۔ کل ان شاء اللہ شام کو ان کا جو اختتامی سیشن ہے اس سے میں خطاب بھی کروں گا جو ایم ٹی اے پر یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے تین دکھایا جائے گا۔ باقی جلسہ جو وہاں جرمنی میں ہو رہا ہے اس کی لائیو سٹریمنگ آج سے جرمنوں کے لیے ہو رہی ہے۔ جرمن وہاں دیکھ سکتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ان کا بھی ذکر کر دوں۔ پہلا جنازہ قمر الدین صاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا کا ہے۔ گذشتہ دنوں پینسٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ 1972ء میں انہوں نے پندرہ سال کی عمر میں بیعت کی اور ابتدائی تعلیم کے بعد اپنی زندگی خدمت سلسلہ کے لیے وقف کر دی۔ پھر یہ دینی تعلیم کے لیے پاکستان چلے گئے۔ 30/جون 1986ء کو شاہد کی ڈگری حاصل کی اور جولائی 86ء میں آپ کا تقرر بطور مبلغ ہوا۔ بڑی خوش الحانی سے اور پُرسوز آواز میں تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ نہایت مخلص اور پُرجوش خادمِ سلسلہ تھے۔ ان کا سلسلۂ خدمت تقریباً پینتیس سال پر محیط ہے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ مجھے کہا کرتے تھے کہ آپ صرف مربی کی اہلیہ نہیں بلکہ آپ کو جماعتی خدمات میں بھی آگے ہونا چاہیے۔ پھر یہ ان کے بارے میں لکھتی ہیں کہ ان کی خلافت سے اطاعت اور محبت بہت نمایاں تھی۔ چھوٹوں بڑوں سے بڑی عزت سے پیش آتے تھے۔ جب بھی کسی احمدی سے بات کرتے تو ہمیشہ جماعت سے محبت اور وفاداری کی تلقین بھی ضرور کرتے اور زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کی ترغیب دلاتے۔ جب بھی کسی غیر احمدی سے ملتے تو اسے تبلیغ ضرور کرتے اور بڑی محبت سے اور دل سے بات کرتے تھے کہ دوسرے بھی خوش ہو جاتے۔ بیماری میں بھی فجر سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے اٹھ کر تہجد پڑھتے اور تلاوت کرتے۔ پھر جب تک ہمت رہی پیدل چل کر مسجد بھی جاتے رہے۔ ان کے بیٹے عمر فاروق صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ جامعہ احمدیہ انڈونیشیا میں استاد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گھر میں اور باہر بھی چلتے پھرتے بعض دفعہ قرآن کریم کا کوئی نہ کوئی حصہ خوش الحانی سے سناتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا ترجمہ اور نظرثانی کا کام بھی انہوں نے کیا تھا اور اس دوران میں خاص طور پر جب ترجمہ کے کام کر رہے ہوتے تھے تو قصیدہ بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات سناتے تو آنکھیں پُرنم ہو جایا کرتی تھیں۔ کہتے ہیں اکثر مجھے احمدیوں کے ابتلا اور تکالیف اور قربانیوں کے بارے میں واقعات سناتے اور اپنے ذاتی تجربات بھی بیان کرتے کس طرح انہوں نے بھی تکلیفیں اٹھائیں۔

چھوٹے بیٹے ظفر اللہ ہیں وہ کہتے ہیں: آپ بلند حوصلے والے اور بڑی جدوجہد کرنے والے انسان تھے۔ بہت سادہ زندگی گزاری۔ ہمیشہ قناعت پسندی کو ترجیح دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ، دوسرا ذکر ہے صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا۔ گذشتہ دنوں 73 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ صبیحہ ہارون صاحبہ کے خاندان میں احمدیت ان کے والد صاحب کی بیعت سے آئی تھی۔ انہوں نے خود تحقیق کر کے اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تھی۔ پھر ان کے دادا نے اپنے بیٹے کے بعد بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹے ان کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے سلطان محمد خان کہتے ہیں کہ میری والدہ کا سب سے بڑا بیٹا دو سال کی عمر میں حادثاتی طور پر وفات پا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جنازہ کے موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نعم البدل بیٹا عطا کرے گا جو خوبصورت بھی ہوگا اور لمبی عمر پانے والا بھی ہوگا۔ اور ان کے خاوند ملک سلطان کو فرمایا کہ اس کو مَیں تمہارے کندھے کے ساتھ جوان کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ پھر ان کے بیٹے سلطان احمد خان کہتے ہیں کہ میری خوش قسمتی ہے کہ بچپن سے لے کر اب تک میرا بہت وقت اپنی ماں کے ساتھ گزرا۔ بہت ہی پیار کرنے والی اور غلطیوں سے درگزر کرنے والی ماں تھیں۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتی تھیں۔ ان کی بیٹی محمودہ سلطانہ کہتی ہیں میری والدہ نیک فطرت، خاموش طبیعت، اعلیٰ اوصاف کی مالک تھیں۔ سلسلہ کی حقیقی عاشق اور خلافت سے محبت اور وفا کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں اور یہی نصیحت کرتی تھیں۔ خوش خلق اور اقربا پرور تھیں۔ ان کی مہمان نوازی پورے خاندان میں مشہور تھی۔ کسی کی بھی دل شکنی نہیں کرتی تھیں۔ غیبت کو سخت ناپسند کرتی تھیں اور ہمیں ہمیشہ اس سے بچنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ ایسی محفل جہاں غیبت ہو رہی ہو وہاں سے اٹھ جاتیں اور ان کے چہرے پر ناگواری آ جاتی۔ ہمیشہ درگزر سے کام لیا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں میرے والد پر جانی حملہ کرنے والے دشمن کو بھی کبھی بددعا نہیں دی اور ہمیشہ کہتی تھیں: میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔ نادار مریضوں کے لیے خاص نرمی اپنے دل میں رکھتی تھیں اور ان کی اس طرح مدد کرتی تھیں کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ان کی دوسری بیٹی وجیہہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایک خاموش طبع شخصیت کی مالک تھیں۔ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں اور صدقہ و خیرات خاموشی سے کیا کرتی تھیں اور اس کا ذکر زیادہ پسند نہیں فرماتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، بے چینی، تکلیف اور غم پہنچتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کو کوئی کانٹا بھی لگتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی بعض خطائیں معاف کر دیتا ہے

(صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض)

طالبِ دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ
مَیں اس کے باپ اور اس کے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اسے پیارا نہ ہوں

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حُبُّ الرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الإِيمَانِ)

طالبِ دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (صوبہ مہاراشٹرا)

خطبہ جمعہ

''خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا'' (حضرت مصلح موعودؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمرؓ کے واقعۂ شہادت اور اس کے پیچھے کارفرما عوامل کا تفصیلی تجزیہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15/اکتوبر 2021ء بمطابق 15/اخاء 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ گذشتہ خطبہ میں بیان ہوا تھا۔ اس بارہ میں کچھ مزید باتیں ہیں جو بیان کرنے والی ہیں۔ صحیح بخاری کی جو روایت بیان کی گئی تھی اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ پر جب حملہ ہوا تو اسی وقت فجر کی نماز ادا کی گئی۔ اور حضرت عمرؓ اس وقت مسجد میں ہی تھے۔ جبکہ دوسری روایات میں ملتا ہے کہ فوری طور پر حضرت عمرؓ کو گھر لے جایا گیا اور نماز بعد میں ادا کی گئی جیسا کہ صحیح بخاری کے شارح علامہ ابن حجر اس روایت کے نیچے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کا خون زیادہ بہنے لگا اور ان پر غشی طاری ہو گئی تو میں نے انہیں لوگوں کے ساتھ اٹھایا اور انہیں گھر پہنچا دیا۔ آپؓ پر بے ہوشی طاری رہی یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمایاں ہو گئی۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا: اس کا کوئی اسلام نہیں جس نے نماز ترک کی۔ پھر آپؓ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

(فتح الباری، جلد 7، صفحہ 64، شرح حدیث نمبر 3700 دار المعرفۃ بیروت) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 263، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اس کے علاوہ طبقات کبریٰ میں بھی یہی ہے کہ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر پہنچایا گیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی۔ نیز یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے قرآن کریم کی سب سے چھوٹی دو سورتیں وَالۡعَصۡرِ اور اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ پڑھیں اور ایک جگہ وَالۡعَصۡرِ اور قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ پڑھنے کا ذکر ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 266 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عمرؓ کے قاتل کا ذکر کرتے ہوئے طبقاتِ کُبریٰ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا تو آپؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا: جاؤ اور دریافت کرو کہ کس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نکلا اور میں نے گھر کا دروازہ کھولا تو لوگوں کو جمع دیکھا جو حضرت عمرؓ کے حال سے ناواقف تھے۔ میں نے پوچھا کہ کس نے امیر المومنین کو خنجر مارا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے دشمن اَبُولُؤْلُؤَہ نے آپ کو خنجر مارا ہے جو مُغِیرہ بن شُعبہ کا غلام ہے۔ اس نے اَور لوگوں کو بھی زخمی کیا ہے لیکن جب وہ پکڑا گیا تو اسی خنجر سے اس نے خودکشی کر لی۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 263، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

اس بارے میں کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کوئی سازش کا نتیجہ تھی یا اس شخص کا ذاتی عناد تھا، بعد کے بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت صرف کسی ذاتی عناد کی بنا پر نہیں تھی بلکہ ایک سازش تھی۔ بہرحال حضرت عمرؓ جیسے بہادر خلیفہ کو جس طرح شہید کر دیا گیا، ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگار شہادت کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں اور یہ تاثر ملتا ہے کہ اَبُولُؤْلُؤَہ فیروز نے ایک وقتی جوش اور غصہ میں انہیں قتل کر دیا تھا۔ لیکن حال کے بعض مؤرخین، سیرت نگار اس پر تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ محض ایک فردِ واحد کے غصہ کی وجہ سے انتقامی کارروائی نہیں ہو سکتی بلکہ ایک سازش تھی اور باقاعدہ ایک پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت حضرت عمرؓ کو قتل کیا گیا تھا۔ اور اس سازش میں مشہور ایرانی سپہ سالار ہُرمُزان جو کہ اب بظاہر مسلمان ہو کر مدینہ میں رہ رہا تھا وہ بھی شامل تھا۔ حال کے ان مصنفین نے قدیم مؤرخین اور سیرت نگاروں سے شکوہ کیا ہے کہ کیوں انہوں نے اس اہم قتل پر تفصیلی بحث نہیں کی کہ یہ ایک سازش تھی۔

البتہ تاریخ و سیرت کی ایک اہم کتاب 'البِدایہ والنّھَایہ' میں صرف اتنا ملتا ہے کہ شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے قتل میں ہُرمُزان اور جُفَینہ کا ہاتھ تھا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 4، صفحہ 144، دار الکتب العلمیۃ) چنانچہ اسی شبہ پر حضرت عمرؓ کے سوانح نگار سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اس کو باقاعدہ ایک سازش قرار دیتے ہیں۔

انہی مصنفین میں سے ایک محمد رضا صاحب اپنی کتاب سیرت عمر فاروقؓ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کسی بالغ قیدی کو مدینہ میں آنے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت مُغِیرہ بن شُعبہ والیٔ کوفہ نے ان کے نام ایک خط لکھا کہ ان کے پاس ایک غلام ہے جو بہت ہنرمند ہے اور وہ اس کو مدینہ میں آنے کی اجازت کے طلبگار ہیں اور حضرت مغیرہ بن شُعبہؓ نے کہا کہ وہ بہت کام جانتا ہے جس میں لوگوں کے لیے فائدے ہیں۔ وہ لوہار ہے۔ نقش و نگار کا ماہر ہے۔ بڑھئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہؓ کے نام خط لکھا اور انہوں نے اسے مدینہ بھیجنے کی اجازت دے دی۔ حضرت مغیرہؓ نے اس پر ماہانہ سو درہم ٹیکس مقرر کیا۔ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خراج زیادہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم کون سے کام اچھی طرح کر لیتے ہو؟ اس نے آپؓ کو وہ کام بتائے جس میں اسے اچھی خاصی مہارت حاصل تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تمہارے کام کی مہارت کے حوالے سے تو تمہارا خراج کوئی زیادہ نہیں ہے۔ وہ آپؓ سے ناراضی کی حالت میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے چند روز توقف کیا۔ ایک دن وہی غلام آپؓ کے پاس سے گزرا تو آپؓ نے اسے بلا کر کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم ہوا سے چلنے والی چکی بہت اچھی بنا سکتے ہو۔ وہ غلام غصے اور ناپسندیدگی کے عالم میں حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ میں آپؓ کے لیے ایک ایسی چکی بناؤں گا کہ لوگ اس کا چرچا کرتے رہیں گے۔ جب وہ غلام مڑا تو آپؓ اپنے ساتھ والے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اس غلام نے مجھے ابھی ابھی دھمکی دی ہے۔ چند دن گزرے کہ ابولُؤلُؤَہ نے اپنی چادر میں دو دھاری والا خنجر چھپا رکھا تھا جس کا دستہ اس کے وسط میں تھا اور اس نے حضرت عمرؓ پر وار کیا جیسا کہ واقعہ شہادت میں بیان ہو چکا ہے۔ اسکا ایک وار ناف کے نیچے لگا تھا۔ ابولُؤلُؤَہ کو حضرت عمرؓ سے ایک لحاظ سے کینہ اور بغض بھی تھا کیونکہ عربوں نے اسکے علاقے کو فتح کر لیا تھا اور اسے قیدی بنا لیا تھا اور اس کے بادشاہ کو ذلیل و خوار ہونے کی حالت میں جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ جب بھی کسی چھوٹے قیدی بچے کو دیکھتا تو ان کے پاس آ کر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتا اور رو کر کہتا کہ عربوں نے میرا جگر گوشہ کھا لیا۔ جب ابولُؤلُؤَہ نے حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو اس نے بڑے اہتمام سے دو دھاری خنجر بنایا، اسے تیز کیا، پھر اسے زہر آلود کیا، پھر اسے لے کر ہُرمُزان کے پاس آیا اور کہا تمہارا اس خنجر کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس نے کہا میرا تو خیال ہے کہ تُو اس کے ذریعہ جس پر بھی وار کرے گا اسے قتل کر دے گا۔ ہُرمُزان فارسیوں کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ مسلمانوں نے اسے تُستُر کے مقام پر قید کر لیا تھا اور انہوں نے اسے مدینہ بھیج دیا تھا۔ جب اس نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو اس نے پوچھا ان کے محافظ و دربان کہاں ہیں؟ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بتایا کہ ان کا کوئی محافظ ہے نہ دربان ہے اور نہ کوئی سیکرٹری ہے، نہ کوئی دیوان ہے تو اس نے کہا کہ انہیں تو نبی ہونا چاہیے۔ بہرحال پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لیے دو ہزار مقرر کر دیے اور اسے مدینہ میں قیام کرایا۔

طبقاتِ ابن سعد میں نافع کی سند سے ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے وہ چھری دیکھی جس کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے گذشتہ روز یہ چھری ہُرمُزان اور جُفَینہ کے پاس دیکھی تھی تو مَیں نے پوچھا: تم اس چھری سے کیا کرتے ہو تو ان دونوں نے کہا: ہم اس کے ذریعہ گوشت کاٹتے ہیں کیونکہ ہم گوشت کو چھوتے نہیں۔ اس پر حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے پوچھا: کیا آپؓ نے یہ چھری ان دونوں کے پاس دیکھی تھی؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پس حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے اپنی تلوار پکڑی اور دونوں کے پاس آئے اور انہیں قتل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عُبید اللہؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا: آپؓ کو ان دونوں افراد کے قتل کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا جبکہ وہ دونوں ہماری امان میں ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عُبید اللہ نے حضرت عثمانؓ کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا حتی کہ لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کو حضرت عُبید اللہ سے بچایا۔ جب حضرت عثمانؓ نے انہیں بلوایا تھا تو انہوں نے یعنی حضرت عُبید اللہ نے تلوار حمائل میں کر لی تھی لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ نے انہیں سختی کے ساتھ کہا کہ اسے اتار دو تو انہوں نے تلوار اتار کر رکھ دی تھی۔

سعید بن مُسَیِّب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ شہید کر دیے گئے، یہ ایک روایت ہے جو میں نے پہلے بیان کی۔ کہاں تک یہ سچی ہے، حضرت عثمانؓ والا قصہ کہاں تک صحیح ہے اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بہرحال قتل کرنے کا واقعہ اَور جگہ بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت عمر شہید کر دیے گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا: میں حضرت عمرؓ کے قاتل ابولُؤلُؤَہ کے پاس سے گزرا تھا جبکہ جُفَینہ اور ہُرمُزان بھی اس کے ساتھ تھے اور وہ سرگوشی کر رہے تھے۔ جب میں اچانک ان کے پاس پہنچا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک خنجر ان کے مابین گر پڑا۔ اس

کے دو پھل تھے۔ اس کا دستہ اس کے وسط میں تھا۔ پس دیکھو کہ جس خنجر سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا ہے وہ کیسا تھا؟ انہوں نے دیکھا تو وہ خنجر بالکل ویسا ہی تھا جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بیان کیا تھا۔

جب حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے یہ سنا تو تلوار لے کر نکل پڑے حتیٰ کہ ہُرمُزان کو آواز دی۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو اسے کہا میرے ساتھ چلو حتیٰ کہ ہم اپنے گھوڑے کو دیکھیں اور خود اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ جب وہ آپ کے آگے چلنے لگا تو انہوں نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اس نے تلوار کی حدت محسوس کی تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا۔ حضرت عُبید اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جُفَینہ کو آواز دی وہ حِیرہ کے نصاریٰ میں سے ایک نصرانی تھا وہ سعد بن ابی وقاص کا مددگار تھا انہوں نے اسے صلح کے لیے مدینہ بھیجا تھا جو کہ اس کے اور ان کے درمیان ہوئی تھی۔ وہ مدینہ میں کتابت سکھاتا تھا۔ جب میں نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب کا نشان بنایا۔ پھر حضرت عُبید اللہؓ آگے بڑھے اور ابولُؤلُؤَہ کی بیٹی کو قتل کر دیا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ حضرت عبداللہؓ کا ارادہ تھا کہ آج وہ مدینہ میں کسی قیدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مہاجرین ان کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور انہیں روکا اور انہیں دھمکی دی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں انہیں ضرور قتل کروں گا۔ اور وہ مہاجرین کو بھی خاطر میں نہ لائے حتیٰ کہ حضرت عَمرو بن عاصؓ ان کے ساتھ مسلسل بات چیت میں لگے رہے حتیٰ کہ انہوں نے تلوار حضرت عَمرو بن عاصؓ کے حوالے کر دی۔ پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان کے پاس آئے تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی پیشانی کے بال پکڑ لیے۔ غرض آپ نے ہُرمُزان، جُفَینہ اور ابولُؤلُؤَہ کی بیٹی کو قتل کر دیا۔

اب تمام معاملہ اس بحث میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ کس نے ابولُؤلُؤَہ کو حضرت عمرؓ کے قتل کرنے پر اکسایا تھا اور لکھنے والے یہ لکھتے ہیں کہ جو روایات ہم تک پہنچی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں اور جو اس حق میں ہیں کہ حضرت عمرؓ کا قتل ایک سازش تھی۔ ہُرمُزان نے یہ ساری منصوبہ بندی کی تھی کہ اس نے حضرت عمرؓ کے خلاف ابولُؤلُؤَہ کے کینہ اور بغض کو مزید بھڑکایا۔ وہ دونوں عجمی تھے پھر یہ کہ جب ہُرمُزان کو قید کر لیا گیا اور اسے مدینہ بھیج دیا گیا تو اس نے اس اندیشہ کے پیش نظر اسلام قبول کر لیا کہ خلیفہ اسے قتل کر دیں گے۔

طبقاتِ ابن سعد میں نافع کی روایت میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے وہ چھری دیکھی تھی جس کے ساتھ حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا اور سعید بن مُسیَّب کی روایت طبری میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے وہ خنجر دیکھا تھا جو ابولُؤلُؤَہ، جُفَینہ اور ہُرمُزان کے درمیان گر گیا تھا۔ جب وہ اچانک ان کے پاس آئے تھے تو وہ ان کے چلنے کی وجہ سے گر گیا تھا۔ جب حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے یہ بات سنی تو وہ فوراً گئے اور ان دونوں کو قتل کر دیا اور انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے جذبہ انتقام سے مغلوب ہو کر ابولُؤلُؤَہ کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔ وہ خنجر جس کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بتایا تھا وہ بالکل وہی تھا جس کے ذریعہ حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ اگر حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ ہُرمُزان اور جُفَینہ کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرتے تو اس بات کا امکان تھا کہ ان دونوں کو معاملہ کی تحقیق کے لیے بلایا جاتا اور اس طرح یہ سازش آشکار ہو جاتی۔ اگر ان سب چیزوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی اور جس نے اس سازش کو عملی جامہ پہنایا اور حضرت عمرؓ کو قتل کیا وہ ابولُؤلُؤَہ تھا۔ یہ سازش کے حق میں کہنے والے کہتے ہیں۔ (ماخوذ از سیرت عمر فاروق از محمد رضا: مترجم محمد سرور گوہر صاحب، صفحہ 340 تا 344)

اسی طرح ایک اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ واقعہ یہ ہے کہ جب مسلمان ایرانیوں اور عیسائیوں پر غالب آئے تھے اور جب سے ان ملکوں کی زمام حکومت انہوں نے سنبھالی تھی اور شہنشاہِ ایران کو عبرت ناک شکست دے کر فرار پر مجبور کیا تھا اس وقت سے ایرانی، یہودی اور عیسائی اپنے دلوں میں عربوں کے خلاف عموماً اور حضرت عمرؓ کے خلاف خصوصاً کینہ و بغض کے جذبات چھپائے بیٹھے تھے۔ اس وقت لوگوں نے اپنی گفتگو میں اس کینہ اور بغض کا ذکر بھی کیا تھا اور انہیں حضرت عمرؓ کی وہ بات بھی یاد آئی تھی جو انہوں نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ان پر حملہ کرنے والا ابولُؤلُؤَہ ایک ایرانی ہے کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ میں تم کو منع کرتا تھا کہ ہمارے پاس کسی بے دین کو گھسیٹ کر نہ لانا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ مدینہ میں ان عجمی بے دینوں کی تعداد مختصر سی تھی لیکن ایک جماعت تھی جن کے دل غضب اور انتقام سے لبریز اور جن کے سینے کینہ و بغض کی آگ سے دہک رہے تھے اور کون جانے، ہو سکتا ہے ان لوگوں نے سازش کی ہو اور ابولُؤلُؤَہ کا یہ فعل اسی سازش کا نتیجہ ہو جس کا جال ان دشمنانِ اسلام نے اپنے کینہ اور دشمنی کی پیاس بجھانے کے لیے بُنا تھا اور جس کے متعلق وہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح عربوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے مسلمانوں کے بازو کمزور کیے جا سکتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادوں کو حقیقتِ حال سے باخبر ہونے کی سب سے زیادہ بے چینی تھی۔ وہ اس راز سے پردہ اٹھا کر اس کی تہ تک پہنچ سکتے تھے اگر ابولُؤلُؤَہ فیروز خودکشی نہ کرتا۔ لیکن اس نے خُودکشی کر لی اور اس راز کو اپنے ساتھ قبر میں لے گیا تو کیا بات ختم ہو گئی اور اب اس راز کو پانے کی کوئی سبیل نہیں رہی؟ یہ لکھنے والا مؤرخ لکھتا ہے جو اس سازش کو بے نقاب کرنے کے حق میں ہے کہ یہ سازش تھی کہ نہیں؟ بلکہ کارکنان قضا و قدر نے چاہا کہ عرب کا ایک سردار اس راز سے واقف ہو جائے اور اس سازش کی طرف رہنمائی کرے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جب وہ چھری دیکھی جس سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا تو فرمایا: مَیں نے یہ چھری کل ہُرمُزان اور جُفَینہ کے پاس دیکھی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا تم اس چھری سے کیا کرو گے؟ وہ بولے کہ گوشت کاٹیں گے کیونکہ ہم گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عمرؓ کے قاتل ابولُؤلُؤَہ کے پاس سے گزرا۔ جُفَینہ اور ہُرمُزان اس کے ساتھ تھے اور وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔ مَیں دفعتاً ان کے پاس پہنچا تو وہ بھاگے اور ایک خنجر ان کے درمیان گر پڑا جس کے دو پھل تھے اور دستہ بیچ میں تھا۔ دیکھو وہ خنجر کیسا ہے جس سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو واقعی وہی خنجر تھا جو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بتایا تھا۔ پھر تو اس معاملے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ لکھنے والا کہتا ہے کہ دونوں کے دونوں سچے گواہ ہیں بلکہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار ہیں اور گواہی دے رہے ہیں کہ جس چھری سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا وہ ہُرمُزان اور جُفَینہ کے پاس تھی۔ ان میں سے ایک گواہ کا کہنا ہے کہ اس نے قاتل ابولُؤلُؤَہ کو قتل کرنے سے پہلے دونوں سے سازش کرتے دیکھا ہے اور دونوں گواہوں کے بیان کے مطابق یہ سب کچھ اس رات کا قصہ ہے جس صبح حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی شخص اس میں شبہ کر سکتا ہے کہ امیر المومنین اس سازش کا شکار ہوئے جس کے اہم کردار تو یہی تین آدمی تھے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے ایرانی یا ان قوموں کے افراد بھی اس میں شامل ہوں جن پر مسلمانوں نے غلبہ پایا تھا۔

حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بات اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی شہادت سنی تو ساری کائنات ان کی نگاہوں میں خون ہی خون ہو گئی۔ ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مدینہ کے تمام پردیسی اس سازش میں شریک ہیں اور ان سب کے ہاتھوں سے جرم کا خون ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے فوراً تلوار سنبھالی اور سب سے پہلے ہُرمُزان اور جُفَینہ کا کام تمام کیا۔ روایت ہے کہ انہوں نے ہُرمُزان کو آواز دی اور جب وہ باہر نکل کر آیا تو اسے کہا کہ ذرا ساتھ آؤ اور میرے گھوڑے کو دیکھ لو اور خود پیچھے ہٹ گئے۔ جب وہ ان کے سامنے سے گزرا تو تلوار کا ایک ہاتھ اس پر مارا۔ ایرانی نے جب تلوار کی سوزش محسوس کی تو کہا لا الہ الا اللہ اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ روایت ہے کہ حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ، یہ حضرت عمرؓ کے بیٹے تھے نے کہا کہ پھر میں نے جُفَینہ کو بلایا وہ حِیرہ کا ایک عیسائی تھا اور سعد بن ابی وقاص کا دودھ شریک بھائی تھا۔ اس رشتے سے سعد اسے مدینہ لے آئے تھے جہاں وہ لوگوں کو پڑھایا لکھایا کرتا تھا۔ جب میں نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان صلیب کا نشان بنایا۔ حضرت عبداللہ کے دوسرے بھائی بھی اپنے والد کی شہادت پر ان سے کچھ کم غضبناک نہیں تھے اور سب سے زیادہ غصہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تھا۔

بہرحال یہ جو انہوں نے کیا ہے قانونی طور پر اس کی کوئی اجازت نہیں تھی۔ کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ خود انتقام لینے کے لیے کھڑا ہو جائے یا اپنا حق خود وصول کرے جبکہ معاملات کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء رضوان اللہ علیہم کے لیے مخصوص تھا۔ وہ لوگوں کے درمیان منصفانہ فیصلے اور مجرم کے خلاف قصاص کا حکم صادر کرتے تھے۔ اس لیے حضرت عُبید اللہؓ کا فرض تھا کہ جب انہیں اس سازش کا علم ہوا جس کے نتیجہ میں ان کے والد کی جان گئی تو اس کا فیصلہ امیر المومنین سے چاہتے۔ اگر ان کے نزدیک سازش ثابت ہو جاتی تو وہ قصاص کا حکم جاری فرما دیتے اور اگر ثابت نہ ہوتی یا اس کے متعلق امیر المومنینؓ، نئے خلیفہ کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو جاتا تو وہ شبہ کی حد تک سزا میں تخفیف کر دیتے یا یہ فیصلہ دے دیتے کہ تنہا ابولُؤلُؤَہ مجرم ہے۔ (ماخوذ از الفاروق عمرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم: حبیب اشعر، صفحہ 869 تا 872، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور) بہرحال جو انہوں نے کیا قانونی طور پر وہ ان کا حق نہیں بنتا تھا۔

مختصر یہ کہ ہرچند کہ یہ بعید از قیاس نہیں کہ یہ قتل ایک باقاعدہ سازش ہو لیکن اس وقت کے حالات کا تقاضا ہو کہ حضرت عثمانؓ فوری طور پر اس میں تحقیق نہ کروا سکے ہوں یا جو بھی حالات ہوں ابتدائی مؤرخ اس کے متعلق خاموش ہیں اور اس زمانے کے کچھ مؤرخ قرائن کی روشنی میں اس پر بحث کر رہے ہیں اور ان کے دلائل میں کچھ وزن معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ سازشی گروہ یہیں رکتا نہیں بلکہ پھر حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح کی ایک سازش کا شکار ہوتے ہیں اور اس سے اس شبہ کو مزید تقویت ملتی ہے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی اور غلبہ کو روکنے کیلئے اور اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے بیرونی عناصر کی ایک سازش کے تحت حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد پر حملہ ہوا تو میں ان کے پاس موجود تھا۔ لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہا جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ دے۔ آپؓ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 409)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اُس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 15، مطبوعہ 1984ء)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

نے فرمایا: میں رغبت رکھنے والا بھی ہوں اور ڈرنے والا بھی ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ آپؓ خلیفہ مقرر کر دیجیے۔ آپؓ نے کہا: کیا میں تمہارا بوجھ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اٹھاؤں؟ میں چاہتا ہوں کہ اس میں میرا حصہ برابر کا ہو۔ یعنی نہ مجھ پر کوئی گرفت ہو نہ مجھے کچھ ملے۔ اگر میں کسی کو جانشین بناؤں تو انہوں نے بھی جانشین بنایا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی حضرت ابوبکرؓ۔ بنا دوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر میں تمہیں بغیر جانشین مقرر کرنے کے چھوڑ جاؤں تو وہ تمہیں بغیر جانشین مقرر کرنے کے چھوڑ گئے تھے جو مجھ سے بہتر تھے یعنی دوسری مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی کہ آپؐ تھے جنہوں نے جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ جب آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو میں جان گیا کہ آپؓ جانشین مقرر نہیں کریں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الاستخلاف وترکہ، حدیث 4713)

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے والد جانشین مقرر کرنے والے نہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ انہوں نے یعنی حضرت حفصہؓ نے فرمایا وہ ایسا کریں گے۔ وہ کہتے ہیں میں نے قسم کھائی کہ حضرت عمرؓ سے دوبارہ بات کروں گا۔ کہتے ہیں مَیں صبح تک خاموش رہا اور آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا حال یہ تھا کہ گویا میں اپنی قسم کی وجہ سے پہاڑ اٹھانے والا ہوں۔ میں لوٹا اور ان کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے لوگوں کا حال دریافت کیا یعنی حضرت عمرؓ نے اور میں نے آپؓ کو بتایا کہ وہ کہتے ہیں۔ پھر میں نے جو وہ لوگ کہتے ہیں وہ باتیں بتائیں۔ پھر میں نے آپ سے کہا کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آپؓ سے وہ بات ضرور کہوں گا۔ ان کا، لوگوں کا خیال ہے کہ آپؓ جانشین مقرر نہیں کریں گے۔ بات یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کے اونٹوں کو چرانے والا ہو یا بکریوں کا چرواہا ہو پھر وہ آپ کے پاس آئے اور انہیں چھوڑ دے تو آپ دیکھیں گے کہ اس نے ان کو ضائع کر دیا۔ پس لوگوں کی نگہبانی تو زیادہ ضروری ہے۔ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے میری بات سے اتفاق کیا اور کچھ دیر کے لیے اپنا سر جھکایا۔ پھر آپؓ نے سر اٹھایا اور میری طرف توجہ کی اور فرمایا: اللہ عز وجل اپنے دین کی حفاظت کرے گا۔ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ تو نہیں بنایا تھا اور اگر میں خلیفہ بناؤں تو حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنایا تھا۔ انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ کے بیٹے ابن عمرؓ نے کہا: پس اللہ کی قسم! جب انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا تو میں سمجھ گیا کہ آپؓ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں کریں گے اور یہ کہ آپؓ کسی کو جانشین نہیں بنائیں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الاستخلاف وترکہ، حدیث 4714)

حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو زخمی کیا گیا تو درد سے بے قرار ہونے لگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا جیسا کہ ان کو تسلی دینے لگے ہیں۔ امیر المومنین! اگر ایسا ہے تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ چکے ہیں اور آپؓ نے نہایت عمدگی سے آپؐ کا ساتھ دیا۔ پھر آپؓ ان سے ایسی حالت میں جدا ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ سے خوش تھے۔ پھر آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رہے اور نہایت عمدگی سے ان کا ساتھ دیا۔ پھر آپؓ ان سے ایسی حالت میں جدا ہوئے کہ وہ آپؓ سے خوش تھے۔ پھر آپؓ ان کے صحابہ کے ساتھ رہے اور آپؓ نے نہایت عمدگی سے ان کا ساتھ دیا اور اگر آپؓ ان سے جدا ہو گئے تو یقیناً آپؓ ایسی حالت میں ان سے جدا ہوں گے کہ وہ آپؓ سے خوش ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپؐ کی خوشنودی کا ذکر کیا ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا۔ اور جو تم نے حضرت ابوبکرؓ کی صحبت اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا ہے تو یہ بھی محض اللہ جَلَّ ذِکْرُہٗ کا احسان ہے جو اُس نے مجھ پر کیا۔ اور یہ جو تم میری فکر دیکھ رہے ہو تو یہ تمہاری خاطر اور تمہارے ساتھیوں کی خاطر ہے۔ میں اپنی فکر نہیں کر رہا۔ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی فکر کر رہا ہوں۔ اللہ کی قَسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا بھی ہو تو میں ضرور اللہ عز وجل کے عذاب سے فدیہ دے کر چھڑا لیتا پیشتر اس کے کہ میں وہ عذاب دیکھوں۔

(ماخوذ از صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، باب مناقب عمر بن خطاب...... حدیث 3692)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ شہید ہو گئے مگر جب واقعات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے شہادت نصیب کر اور شہید بھی مجھے مدینہ میں کر۔ پس وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر یہ دعائیں کرتے ہوئے گزاردی ہو کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے۔ وہ اگر شہید ہو جائے تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ایک خوفناک وقت آیا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے امن سے نہ بدلا گیا۔ بیشک اگر حضرت عمرؓ شہادت سے ڈرتے اور پھر وہ شہید ہو جاتے تو کہا جا سکتا تھا کہ ان کے خوف کو خدا تعالیٰ نے امن سے نہ بدلا مگر وہ تو دعائیں کرتے رہتے تھے کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے۔ پس ان کی شہادت سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ وہ شہادت سے ڈرتے بھی تھے اور جب وہ شہادت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اس کے لئے دعائیں کرتے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما لیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے ماتحت ان پر کوئی ایسا خوف نہیں آیا جو ان کے دل نے محسوس کیا ہو اور اس آیت میں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہی ذکر ہے کہ خلفاء جس بات سے ڈرتے ہوں گے وہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا مگر جب وہ ایک بات سے ڈرتے ہی نہ ہوں بلکہ اپنی عزت اور بلندی درجات کا موجب سمجھتے ہوں تو اسے خوف کہنا اور پھر یہ کہنا کہ اسے امن سے کیوں نہ بدل دیا گیا بے معنی بات ہے۔“ یہ نکتہ بھی سمجھنے والا ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ ”میں نے تو جب حضرت عمرؓ کی اس دعا کو پڑھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کا بظاہر یہ مطلب تھا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے اور اس کا حملہ اتنی شدت سے ہو کہ تمام مسلمان تباہ ہو جائیں۔ پھر وہ خلیفۂ وقت تک پہنچے اور اسے بھی شہید کر دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دعا بھی قبول کر لی اور ایسے سامان بھی پیدا کر دیئے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ مدینہ پر کوئی بیرونی لشکر حملہ آور ہوتا اندر سے ہی ایک خبیث اٹھا اور اس نے خنجر سے آپؓ کو شہید کر دیا۔“ (تفسیر کبیر، جلد6، صفحہ 378)

غلاموں کی آزادی کے حوالے سے اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عمرؓ کی شہادت کے واقعہ کو لے کر لکھا ہے اور اس کا سبب بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ ”پہلے تو یہ حکم دیا کہ تم احسان کر کے بغیر کسی تاوان کے ہی ان کو رہا کر دو“ یعنی غلاموں کو بغیر کسی تاوان کے رہا کر دو۔ ”پھر یہ کہا کہ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو تاوان وصول کر کے آزاد کر دو اور اگر کوئی شخص ایسا رہ جائے۔“ کوئی غلام ”جو خود تاوان ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کی حکومت بھی اس کے معاملہ میں کوئی دلچسپی“ اور جہاں سے وہ آیا ہے جس حکومت کا وہ فرد ہے اس کو آزاد کرانے میں اس کی حکومت بھی ”کوئی دلچسپی نہ لیتی ہو اور اس کے رشتہ دار بھی لاپرواہ ہوں تو وہ تم کو نوٹس دے کر اپنی تاوان کی قسطیں مقرر کروا سکتا ہے۔“ پھر وہ خود قیدی جو ہے وہ اپنی تاوان کی قسطیں مقرر کروا سکتا ہے۔ ”ایسی صورت میں جہاں تک اس کی کمائی کا تعلق ہے قسط چھوڑ کر سب اسی کی ہوگی اور وہ عملاً پورے طور پر آزاد ہوگا۔“ یعنی جتنی کمائی وہ کرے گا اس میں سے وہ قسط ادا کرے گا جو اس نے آزادی کے لیے رکھی ہے اور باقی آمد اس کی اپنی ہے اور یہ ایک طرح کی آزادی ہے۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے غلام نے ہی مارا تھا جس نے مکاتبت کی ہوئی تھی۔ وہ غلام جس مسلمان کے پاس رہتا تھا ان سے ایک دن اس نے کہا کہ میری اتنی حیثیت ہے، آپ مجھ پر تاوان ڈال دیں۔ مَیں ماہوار اقساط کے ذریعہ آہستہ آہستہ تمام تاوان ادا کر دونگا۔ انہوں نے ایک معمولی سی قسط مقرر کر دی اور وہ ادا کرتا رہا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس نے شکایت کی کہ میرے مالک نے مجھ پر بھاری قسط مقرر کر رکھی ہے آپؓ اسے کم کرا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی آمدن کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جتنی آمد کے اندازہ پر قسط مقرر ہوئی تھی اس سے کئی گنا زیادہ آمد وہ پیدا کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اس قدر آمد کے مقابلہ میں تمہاری قسط بہت معمولی ہے اِسے کم نہیں کیا جا سکتا۔ اِس فیصلہ سے اسے سخت غصہ آیا اور اس نے سمجھا کہ میں چونکہ ایرانی ہوں اِس لئے میرے خلاف فیصلہ کیا گیا ہے اور میرے مالک کا عرب ہونے کی وجہ سے لحاظ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس غصہ میں اس نے دوسرے ہی دن خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا اور آپؓ انہی زخموں کے نتیجہ میں شہید ہو گئے۔“ (اسلام کا اقتصادی نظام، انوار العلوم، جلد18، صفحہ 28-29)

حضرت مصلح موعودؓ مزید بیان کرتے ہیں کہ ”دنیا میں دو ہی چیزیں راستی سے پھیرنے کا موجب ہوتی ہیں یا تو انتہائی بغض یا پھر انتہائی محبت۔ انتہائی بغض بسا اوقات معمولی واقعہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے وقت دیکھو کتنے معمولی واقعہ سے بغض بڑھا جس نے عالم اسلامی کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس واقعہ کا اثر اب تک چلتا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے وقت ایک مقدمہ آپؓ کے پاس آیا۔ کسی شخص کا غلام کماتا بہت تھا لیکن مالک کو دیتا کم تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس غلام کو بلایا اور اسے کہا کہ مالک کو زیادہ دیا کرو۔ اس وقت چونکہ پیشہ ور کم ہوتے تھے اس لئے لوہاروں اور نجاروں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ وہ غلام آٹا پیسنے کی چکی بنایا کرتا تھا اور اس طرح کافی کماتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ساڑھے تین آنے اسکے ذمہ لگا دیئے کہ مالک کو ادا کیا کرے۔ یہ کتنی قلیل رقم ہے مگر اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ نے غلط فیصلہ کیا ہے اس پر اسکے دل میں بغض بڑھنا شروع ہوا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اسے کہا کہ ہمیں بھی چکی بنا دو۔ اس پر کہنے لگا ایسی چکی بنا دوں گا جو خوب چلے گی۔ یہ سن کر کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ کو دھمکی دے رہا ہے۔“ یہ پہلا جو واقعہ ہے اس سے لگتا ہے کہ اسی سے ملتا جلتا ہے یا وہی واقعہ ہے اور اسی کا واقعہ ہے۔ بہرحال ہے اسی غلام کا۔ ”آپؓ نے کہا الفاظ سے تو یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔“ پہلی روایت میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں ✡ جن کا اس نور کے ہوتے بھی دلِ اَعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں ✡ جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگولین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا ✡ جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر ✡ خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود کہا تھا کہ یہ دھمکی دے رہا ہے۔’’اس نے کہا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔آخر ایک دن حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ اس غلام نے آپؓ کو خنجر مار کر قتل کر دیا۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ’’وہ عمرؓ جو کروڑوں انسانوں کا بادشاہ تھا، جو بہت وسیع مملکت کا حکمران تھا، جو مسلمانوں کا بہترین رہنما تھا ساڑھے تین آنے پر مار دیا گیا مگر بات یہ ہے کہ جن کی طبیعت میں بغض اور کینہ ہوتا ہے وہ ساڑھے تین آنے یا دو آنے نہیں دیکھتے وہ اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں۔ان کی طبیعت بغض کے لئے وقف ہوتی ہے۔ایسی حالت میں وہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے لئے اور دوسروں کے لئے کیا نتیجہ ہوگا۔حضرت عمرؓ کے قاتل سے جب دریافت کیا گیا کہ تُو نے یہ سفا کانہ فعل کیوں کیا تو اس نے کہا انہوں نے میرے خلاف فیصلہ کیا تھا مَیں نے اس کا بدلہ لیا ہے۔‘‘

پہلے یہ تفصیل اس طرح بیان نہیں ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت اس کو پکڑتے ہوئے تھوڑا سا وقت ملا ہو تو اس میں اس نے یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے یہ قتل اس لئے کیا ہے اور پھر خودکشی بھی کر لی۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ’’میں نے اس دردناک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے اس کا اسلام پر آج تک اثر ہے اور وہ اس طرح کہ گو موت ہر وقت لگی ہوتی ہے مگر ایسے وقت میں موت کے آنے کا خیال نہیں کیا جاتا جب قویٰ مضبوط ہوں لیکن جب قویٰ کمزور ہوں اور صحت انحطاط کی طرف ہو تو لوگوں کے ذہن خود بخود آئندہ انتظام کے متعلق سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے اس بارے میں باتیں نہیں کرتے مگر خود بخود دَروایسی پیدا ہو جاتی ہے جو آئندہ انتظام کے متعلق غور کرنے کی تحریک کرتی ہے۔ اس وجہ سے جب امام فوت ہو تو لوگ چوکس ہوتے ہیں۔ چونکہ حضرت عمرؓ کے قویٰ مضبوط تھے گو ان کی عمر تریسٹھ سال کی ہو چکی تھی لیکن صحابہ کے ذہن میں یہ نہ تھا کہ حضرت عمرؓ ان سے جلدی جدا ہو جائیں گے اس وجہ سے وہ آئندہ انتظام کے متعلق بالکل بے خبر تھے کہ یکدم حضرت عمرؓ کی وفات کی مصیبت آپڑی۔ اس وقت جماعت کسی دوسرے امام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اس عدم تیاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمانؓ سے لوگوں کو وہ لگاؤ نہ پیدا ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ اس وجہ سے اسلام کی حالت بہت نازک ہوگئی اور حضرت علیؓ کے وقت اَور زیادہ نازک ہوگئی۔‘‘ (خطبات محمود، جلد 11، صفحہ 240-241)

جو فساد بعد میں ہوئے یہ بھی ان کی ایک وجہ بیان کی ہے۔ آپؓ کے نزدیک یہ وجہ ہوسکتی ہے۔

فتنہ کے وقت چند آدمی نماز کے موقع پر حفاظت کے لیے کھڑے ہونے ضروری ہیں۔ یہ بھی حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے۔ اور اس ضمن میں حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ’’قرآن مجید کا صراحتاً حکم ہے کہ حفاظت کے لئے مسلمانوں میں سے آدھے کھڑے رہا کریں اور گو یہ جنگ کے وقت کی بات ہے جب ایک جماعت کی حفاظت کے لئے ضرورت ہوتی ہے لیکن اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ چھوٹے فتنے کے انسداد کے لئے اگر چند آدمی نماز کے وقت کھڑے کر دیئے جائیں تو یہ قابلِ اعتراض امر نہیں بلکہ ضروری ہوگا‘‘ کہ یہ کس طرح کیا جائے؟ فرماتے ہیں کہ ’’اگر جنگ کے وقت ہزار میں سے پانچ سو حفاظت کے لئے کھڑے کئے جاسکتے ہیں تو کیا معمولی خطرے کے وقت ہزار میں سے پانچ دس آدمی حفاظت کے لئے کھڑے نہیں کئے جاسکتے؟ یہ کہنا کہ خطرہ غیر یقینی ہے بیہودہ بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا۔ آپؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ مسلمان بھی نماز میں مشغول تھے کہ ایک بدمعاش شخص نے سمجھا یہ وقت حملہ کرنے کے لئے موزوں ہے وہ آگے بڑھا اور اس نے خنجر سے وار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نماز کے وقت پہرہ دینا اس کے اصول یا وقار کے خلاف ہے۔‘‘ یعنی نماز کے اصول یا وقار کے خلاف ہے ’’تو سوائے اپنی حماقت کے مظاہرہ کرنے کے اور وہ کچھ نہیں کرتا۔ اس کی مثال اس بیوقوف کی سی ہے جو لڑائی میں شامل ہوا اور ایک تیر اسے آلگا جس سے خون بہنے لگا۔ وہ میدان سے بھاگا اور خون پونچھتا ہوا یہ کہتا چلا گیا کہ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو‘ یہ سچی بات نہ ہو کہ تیر مجھے لگ گیا ہے‘‘......تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایک موقع پر صحابہ نے اپنی حفاظت کا انتظام نہ کیا تو انہیں سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ چنانچہ حضرت عَمرو بن العاصؓ جب مصر کی فتح کے لئے گئے اور انہوں نے علاقہ کو فتح کر لیا تو اس کے بعد جب وہ نماز پڑھاتے تو پہرہ کا انتظام نہ کرتے۔ دشمنوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اس حالت میں بالکل غافل ہوتے ہیں تو انہوں نے ایک دن مقرر کر کے چند سو مسلح آدمی عین اس وقت بھیجے۔ جب مسلمان سجدہ میں تھے پہنچتے ہی انہوں نے تلواروں سے مسلمانوں کے سر کاٹنے شروع کر دیئے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ سینکڑوں صحابہ اس دن مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ ایک کے بعد دوسرا سرزمین پر گرتا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور ساتھی سمجھ ہی نہ سکتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے حتی کہ شدید نقصان لشکر کو پہنچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم ہوا تو آپؓ نے انہیں بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ حفاظت کا انتظام رکھنا چاہئے مگر انہیں‘‘، یعنی حضرت عمرؓ کو ’’کیا معلوم تھا کہ مدینہ میں بھی ایسا ہی ان کے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس واقعہ کے بعد صحابہ نے یہ انتظام کیا کہ جب بھی نماز پڑھتے ہمیشہ حفاظت کے لئے پہرے رکھتے۔‘‘

(خطبات محمود، جلد 16، صفحہ 68-69)

حضرت عمرؓ کے قرض کے بارے میں پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ آپؓ نے پوچھا تھا اور پھر اپنے بیٹے کو فرمایا تھا۔ اس بارے میں مزید یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے حساب کیا تو چھیاسی ہزار درہم نکلے۔ آپؓ نے فرمایا: اے عبداللہ! اگر آلِ عمر کا مال اس کے لیے کافی ہو تو ان کے مال سے میرا یہ قرض ادا کر دینا۔ اگر ان کا مال کافی نہ ہو تو بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے علاوہ کسی اَور سے نہ کہنا۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 257، دارالکتب العلمیۃ)

صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ ہمارا یہ سادہ زندگی بسر کرنے والا امام اتنی بڑی رقم اپنے اوپر خرچ کرنے والا نہیں ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ جو اتنا قرض چڑھا یا تھا، یہ رقم بھی انہوں نے ضرورت مندوں اور غریبوں پر ہی خرچ کی تھی۔

وقف جدید کا سال ختم ہونے والا ہے
احباب فوری مکمل ادائیگی کی طرف توجہ مبذول فرمائیں

بانی وقف جدید سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’مَیں آپ لوگوں کو برابر تحریک کرتا رہا ہوں کہ وقف جدید کو مظبوط بنانا ضروری ہے لیکن اب تو کام کی وسعت کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالوں میں ترقی دی ہے وہاں آپ کو سلسلہ کی ترقی کیلئے بھی دل کھول کر چندہ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دے کہ آپ وقت کی آواز کو سنیں۔ خدا کرے آپ آسمان کی آواز کو سنیں اور زمین کی آواز کو بھی سنیں تا کہ آپ کو سرفرازی حاصل ہو۔‘‘ (الفضل 31؍دسمبر 1959)

جیسا کہ احباب جماعت کو اس امر کا بخوبی علم ہے کہ وقف جدید کا سال جنوری سے شروع ہو کر دسمبر میں ختم ہوتا ہے، سال 2021ء کے ختم ہونے میں اب صرف 2 ماہ کا مختصر عرصہ رہ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض جماعتوں کے افراد اپنا چندہ وقف جدید وعدہ کے مطابق مکمل ادا کر چکے ہیں، جزاھم اللہ تعالیٰ خیرا۔ لیکن ابھی بعض افراد کے ذمہ چندہ وقف جدید قابل ادا ہے۔ ایسے احباب سے جلد از جلد اپنا وعدہ چندہ وقف جدید کی ادائیگی کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ افراد کے اموال ونفوس میں غیر معمولی برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ (ناظم مال وقف جدید قادیان)

اس لیے عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ بیت المال سے قرض لے کر اپنا یہ قرض کیوں نہیں ادا کر دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا معاذ اللہ! کیا تم چاہتے ہو کہ تم اور تمہارے ساتھی میرے بعد یہ کہیں کہ ہم نے تو اپنا حصہ عمرؓ کے لیے چھوڑ دیا۔ تم اب تو مجھے تسلی دے دو مگر میرے پیچھے ایسی مصیبت پڑ جائے کہ اس سے نکلے بغیر میرے لیے نجات کی کوئی راہ نہ ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا۔ میرے قرض کی ذمہ داری قبول کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ حضرت عمرؓ ابھی دفن نہیں کیے گئے تھے کہ ان کے بیٹے نے ارکانِ شوریٰ اور چند نصاریٰ کو اپنی اس ضمانت پر گواہ بنایا جو قرض کی ذمہ داری لی تھی اور حضرت عمرؓ کی تدفین کے بعد ابھی جمعہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قرض کی رقم لے کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے اور چند گواہوں کے سامنے اس بار سے سبکدوش ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 273، دارالکتب العلمیۃ)

قرض کی ادائیگی کے متعلق ایک اَور روایت کتاب ’’وفاء الوفاء‘‘ میں ملتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ کے ذمہ قرض تھا۔ آپؓ نے حضرت عبداللہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بلایا اور کہا میرے ذمہ اللہ کے مال میں سے کچھ قرض ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کو اس حال میں ملوں کہ میرے ذمہ کوئی قرض نہ ہو۔ پس تم اس قرض کو پورا کرنے کے لیے اس مکان کو بیچ دینا جس میں رہتے تھے۔ پس اگر کچھ مال کم رہ جائے تو بنو عدی سے مانگنا۔ اگر پھر بھی بچ جائے تو قریش کے بعد کسی کے پاس نہ جانا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کی، حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور آپؓ نے، حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرؓ کا گھر خرید لیا جس کو دارالقضاء کہا جاتا ہے۔ آپ نے وہ مکان بیچ دیا اور حضرت عمرؓ کا قرض ادا کر دیا۔ اس لیے اس گھر کو دَارُ قَضَاءِ دَیْنِ عُمَر کہا جانے لگا یعنی وہ گھر جس کے ذریعہ حضرت عمرؓ کے قرض کو ادا کیا گیا تھا۔ (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ از علامہ نورالدین، جلد 1، جزء الثانی، صفحہ 222، مکتبۃ الحقانیۃ، محلہ جنگی پشاور پاکستان) یہ ذکر ابھی مزید چل رہا ہے ان شاء اللہ آئندہ ذکر ہوگا۔

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

مرد کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ مضبوط اور طاقتور بنایا ہے اگر مرد خاموش ہو جائے تو شاید اسّی فیصد سے زائد جھگڑے (گھروں میں) وہیں ختم ہو جائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23؍جنوری 2004ء)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

(ایک احمدی کو) اپنے آپ کو، اپنی نسلوں کو اس بگڑتے ہوئے معاشرے سے بچانے کیلئے بہت کوشش کرنے کی ضرورت ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20؍فروری 2004ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مکّہ، کعبہ اور قریش

ابوالانبیاء خلیل اللہ

حضرت ابراہیم کا نام نامی کسی معرّفی کا محتاج نہیں۔ کون ہے جو ابوالانبیاء خلیل اللہ کو نہیں جانتا۔ مسلمان، عیسائی، یہودی سبھی ان کو مانتے ہیں۔ آپ کا زمانہ موٹے طور پر اکیس بائیس سو سال قبل مسیح قرار دیا گیا ہے۔ یعنی آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ستائیس اٹھائیس سو سال پہلے گذرے ہیں۔ آپ نوح علیہ السّلام کی اولاد میں سے تھے اور عراق کے رہنے والے تھے مگر بعد میں مصر وغیرہ میں سے ہوتے ہوئے بالآخر جنوبی فلسطین میں آباد ہو گئے۔ آپ نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی کا نام سارہ تھا۔ دوسری کا نام ہاجرہ تھا۔ اور تیسری کا نام قطورا۔ ان میں سے مؤخرالذکر کے ذاتی حالات زیادہ معلوم نہیں ہیں اور نہ ہی ہمیں اس جگہ ان سے تعلق ہے مگر اس قدر ذکر غیر مناسب نہ ہوگا کہ وہ قوم مدین کی نسل سے تھی۔ حضرت ابراہیم کی پہلی دو بیویوں میں سے سارہ حضرت ابراہیمؑ کے قریبی عزیزوں میں سے تھیں مگر ہاجرہ ایک غیر خاندان سے تھیں اور مصر کی رہنے والی تھیں۔ ان دونوں کے بطن سے اولاد ہوئی اور اس قدر پھیلی کہ آج دُنیا کے ہر گوشہ میں پائی جاتی ہے۔ حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے جو حضرت ابراہیمؑ کے بڑے لڑکے تھے۔ اور حضرت سارہ سے اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ یہ دونوں بچے خُدا کی خاص بشارات کے ماتحت پیدا ہوئے تھے اور دونوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص برکت کے وعدے تھے۔ اور اُن کے نام بھی خدائی الہام کے ماتحت رکھے گئے تھے۔ اور اسمٰعیل کے متعلق تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہ کی خاص دُعا بھی تھی۔ جیسا کہ اُن کا نام بھی جو دراصل سمع ایل ہے، ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں بچوں کو خدا تعالیٰ نے عظیم الشان برکات کا وارث بنایا اور حسب وعدہ ان دونوں کی نسل کو دُنیا میں ہر قسم کے انعام سے مالا مال کیا۔ چنانچہ بنو اسرائیل جن میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ اور حضرت مسیح ناصریؑ جیسے عالی مرتبہ نبی پیدا ہوئے حضرت اسحاقؑ کی اولاد سے ہیں۔ مگر اس جگہ ہمارا تعلق بنواسماعیل سے ہے جو عرب میں آباد ہوئے اور جن سے فخر اوّلین وآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود نکلا۔

سکونت حجاز اور مکّہ کی آبادی

اسمٰعیلؑ ابھی بچہ ہی تھے کہ اُن کی سوتیلی ماں سارہ نے کسی بات پر ناراض ہو کر حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو گھر سے نکال دو۔ ابراہیمؑ کو طبعاً اس قول پر بہت رنج پیدا ہوا مگر خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا کہ رنجیدہ مت ہو اور اس بات کو بُرا نہ جان بلکہ جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کر۔ اسحاقؑ بھی تیری اولاد ہے مگر مجھے ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل سے ایک قوم بنانا ہے۔ چنانچہ اس الٰہی ارشاد کے ماتحت حضرت ابراہیمؑ نے سینکڑوں میل کا سفر اختیار کر کے حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ کو عرب کے علاقہ حجاز کے اندر وادیٔ بکّہ میں لاکر آباد کیا۔ یہ وہ وادی ہے جہاں اب مکّہ آباد ہے۔ اُس وقت یہ ایک بالکل غیر آباد اور ویران وادی تھی۔ اس وادی میں صفا اور مروہ کی گھاٹیوں کے پاس ان دو بے کس اور بے بس جانوں کو تھوڑے سے زاد کے ساتھ جنگل میں چھوڑ کر حضرت ابراہیم اپنے وطن کو واپس روانہ ہوئے۔ حضرت ابراہیم کو واپس جاتے دیکھ کر حضرت ہاجرہ اُن کے پیچھے پیچھے آئیں اور نہایت درد آمیز الفاظ میں کہنے لگیں ”آپ کہاں جاتے ہیں اور ہم کو اس طرح کیوں اکیلا چھوڑ کر جارہے ہیں؟“ حضرت ابراہیم خاموشی کے ساتھ قدم بڑھاتے گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ آخر ہاجرہ نے کہا۔ آپ کچھ تو بولیں ”کیا خُدا نے آپ سے ایسا فرمایا ہے؟“ حضرت ابراہیمؑ نے کہا ”ہاں“ اور پھر خاموشی کے ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ اس پر ہاجرہ بولیں۔ ”اگر اللہ کا حکم ہے، تو پھر آپ بے شک جائیں اللہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔“ یہ کہہ کر ہاجرہ واپس لوٹ آئیں۔ قرآن شریف میں اس واقعہ کا حضرت ابراہیمؑ کے ان الفاظ میں ذکر آتا ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ یعنی جب حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو وادیٔ مکّہ میں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو انہوں نے تھوڑی دُور جا کر پیچھے نظر ڈالی اور خدا کے حضور یوں دُعا کی کہ: ”اے ہمارے ربّ! مَیں نے اپنی نسل کے ایک حِصّے کو اس غیر آباد بنجر وادی میں تیرے عزّت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے ربّ! مَیں نے یہ کام اس لئے کیا ہے کہ تا وہ تیری عبادت کو قائم کریں اور تیرے لیے ان کی زندگی وقف ہو۔ پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے اور ان کو اچھے اچھے ثمرات کا رزق عطا کر تا کہ وہ تیرے شکر گذار ہوں۔“

عام مؤرخین بیان کرتے ہیں اور حدیث میں بھی ذکر آتا ہے کہ جب حضرت ہاجرہ کا زاد ختم ہو گیا تو لوازمات بشری کے ماتحت ان کو اپنے بیٹے کے متعلق سخت فکر پیدا ہوا اور وہ اِدھر اُدھر پانی کی تلاش میں پھریں، مگر پانی کی ایک بوند تک نہ ملی اور بچے کی حالت پیاس سے جلد جلد اَبتر ہوتی گئی۔ آخر ہاجرہ سے اسمٰعیل کی حالتِ زار دیکھی نہ گئی، اس لیے وہ وہاں سے اُٹھیں تا کہ اپنے بچے کی پیاس کی موت کو نہ دیکھیں اور آسمان کی طرف مُنہ کر کے روئیں اور پانی کی تلاش میں پھر اِدھر اُدھر بھاگیں اور اردگرد کے علاقہ پر اچھی طرح نظر ڈالنے کی غرض سے صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئیں لیکن وہاں سے بھی جب کوئی چیز نظر نہ آئی تو بھاگتی ہوئی مَروہ کی پہاڑی پر آئیں۔ وہاں سے پھر دوڑتی ہوئی صفا کی طرف گئیں اور اس طرح اُنہوں نے ایک نہایت گھبراہٹ اور بیتابی کی حالت میں اِن پہاڑیوں پر سات چکر لگائے اور ساتھ ساتھ زار زار روتی بھی جاتی تھیں اور اللہ سے دُعا بھی کرتی جاتی تھیں۔ مگر نہ تو کوئی پانی کا پتہ ملتا تھا اور نہ ہی کوئی آدمی نظر آتا تھا۔ آخر جب ہاجرہ کا کرب انتہا کو پہنچ گیا تو ساتویں چکر کے بعد ہاجرہ کو ایک غیبی آواز سنائی دی کہ ”اے ہاجرہ اللہ نے تیری اور تیرے بچے کی آواز سُن لی ہے۔“ یہ آواز سُن کر وہ واپس آئیں تو جس جگہ بچہ شدّتِ پیاس کی وجہ سے بے تابی کی حالت میں تڑپ رہا تھا وہاں ایک خدائی فرشتہ کو کھڑا پایا جو اپنے پاؤں کی ایڑی اس طرح زمین پر مار رہا تھا کہ گویا کوئی چیز کھود کر نکال رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ آگے بڑھیں تو جس جگہ وہ ایڑی مار رہا تھا وہاں اُنہوں نے ایک چشمہ پایا جس میں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہا تھا۔ ہاجرہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے فوراً اپنے بچے کو پانی دیا اور اس خوف سے کہ پانی ضائع نہ ہو جاوے اس کے اردگرد پتھر رکھ دیئے اور اسے ایک حوض کی صورت میں بنا دیا۔ حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ”خدا ہاجرہ پر رحم کرے اگر وہ اس پانی کو نہ روکتی تو وہ ایک بہنے والا چشمہ ہو جاتا۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حج میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہاجرہ ہی کی مقدس یادگار ہے۔ اِن واقعات کی ایک اجمالی اور کسی قدر محرف ومبدّل نقشہ بائبل میں بھی مذکور ہے۔ حضرت ہاجرہ کی مقدس یادگار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا پاس تھا کہ ایک دُوسری روایت سے پتہ لگتا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ جب خُدا تمہارے ہاتھ پر مصر کا ملک فتح کرائے تو اہلِ مصر سے نیکی اور احسان کا سلوک کرنا کیونکہ بوجہ ہماری ماں ھاجرہ کے (جو مِصری تھیں) تم پر اہلِ مصر کا خاص حق ہے۔“ بہرحال حضرت ابراہیمؑ کے حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو مکّہ کی ویران آبادی میں آباد کر کے واپس چلے جانے پر ایک غیبی چشمہ کا وجود ظہور میں آیا اور اس کے بعد اس چشمہ کی وجہ سے جو اسلامی تاریخ میں چاہِ زمزم کے نام سے مشہور ہے وادیٔ بکّہ میں اَور لوگ بھی آباد ہونے لگے اور مکّہ کی آبادی شروع ہوئی۔ لکھا ہے کہ اس جگہ سب سے پہلے آباد ہونے والا قبیلہ جرھم تھا جو بنو قحطان کی ایک شاخ تھا۔ یہ قبیلہ یمن سے آیا تھا اور پہلے وادیٔ بکّہ سے کچھ فاصلے پر آباد تھا۔ لیکن جب اُن کو زمزم کے وجود سے اطلاع ہوئی تو ان کے رئیس مضاض بن عمرو جرہمی نے حضرت ہاجرہ سے چشمہ کے پاس ڈیرہ لگانے کی اجازت چاہی۔ حضرت ہاجرہ نے بخوشی اجازت دے دی اور اس طرح قبیلہ جرہم کے لوگ وادیٔ بکّہ میں آباد ہو گئے۔

اسمٰعیل ذبیح اللہ

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو وادیٔ بکّہ میں آباد کرنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ گاہے گاہے مکّہ آیا کرتے تھے اور پھر واپس چلے جاتے تھے۔ جب حضرت اسمٰعیل کی عمر کچھ بڑی ہوئی یعنی بعض روایات کی رُو سے وہ تیرہ سال کے ہو گئے تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک خواب دیکھا کہ وہ حضرت اسمٰعیل کو ذبح کر رہے ہیں۔ چونکہ ابھی تک حضرت ابراہیمؑ پر یہ تعلیم نازل نہیں ہوئی تھی کہ انسانی قربانی ظاہری صورت میں جائز نہیں ہے اور مُلک میں انسانی قربانی کا دستور تھا، اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اس خواب کو ظاہر میں پورا کرنا چاہا اور حضرت اسمٰعیل سے اس کا ذکر کیا۔ اسمٰعیل نے کہا کہ آپ بے شک اپنی خواب کو پورا کریں، مَیں خدا کے حکم کی تعمیل کیلئے حاضر ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیل کو باہر لے گئے۔ اور اسمٰعیل کو زمین پر لٹا کر ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور وفادار بیٹے نے خاموشی اور خوشی کے ساتھ اپنی گردن باپ کے سامنے رکھ دی۔ قریب تھا کہ حضرت ابراہیمؑ چھُری چلا دیتے، مگر اُس وقت خدائی فرشتہ نے آواز دی کہ اے ابراہیم! تُو نے اپنی طرف سے اپنی خواب کو پورا کر دیا۔ اب اسمٰعیل کو چھوڑ اور اس کی جگہ ایک مینڈھا لے کر خُدا کے راستے میں قربان کر دے کہ ظاہر میں یہی اس کی علامت ہے لیکن خواب کا جو حقیقی منشاء ہے وہ اَور طرح پورا ہو گا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور اس کی یادگار میں مُسلمانوں میں حج کے موقع پر قربانی کی رسم قائم ہوئی۔

اِس خواب کے حقیقی منشاء کے متعلق اختلاف ہے، لیکن ہمارے نزدیک صحیح معنے یہی ہیں کہ ذبح کرنے سے خُدا کے رستے میں وقف کرنا مراد ہے جو گویا دنیوی لحاظ سے زندگی کا خاتمہ کر دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو مکّہ میں آباد کرنے کی غرض وغایت ہی یہ تھی کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر ہو اور اس کی خدمت اور توحید کے قیام کیلئے حضرت اسمٰعیل کی زندگی وقف ہو جائے اور پھر جب مرورِ زمانہ سے بُت پرستی نے توحید پر غلبہ پالیا تو اس مقدس خواب کی تعبیر میں خُدا نے حضرت اسمٰعیل کی نسل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو پیدا کیا جنہوں نے اپنے حلقہ بگوشوں کے ساتھ توحید کی اشاعت کیلئے اپنی زندگیوں کو حقیقی معنوں میں قربان کر دیا۔ اور یہی وہ ذبح عظیم یعنی عظیم الشان قُربانی ہے جس کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ہم نے اسمٰعیل کی ظاہری قربانی کے بدلہ میں ایک عظیم الشان قربانی کو مقرر کر دیا اور حج کے موقع پر جانور قربان کرنے کی رسم بھی مسلمانوں میں اسی مقدس یاد کو تازہ رکھنے کیلئے ہے کہ اُنہیں خدا کے رستے میں قربان ہونے کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

(باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ، صفحہ 65 تا 68، مطبوعہ 2006 قادیان)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا (بنی اسرائیل:38)

ترجمہ: اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے

طالبِ دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(439) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ آج بتاریخ 7/اکتوبر 1927ء بروز جمعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک بہت بڑی یادگار اور خداوند عالم کی ایک زبردست آیت مقبرہ بہشتی میں سپرد خاک ہوگئی یعنی میاں عبداللہ صاحب سنوری کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ کرتہ جس پر خدائی روشنائی کے چھینٹے پڑے تھے دفن کر دیا گیا۔خاکسار نے سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں میاں عبداللہ صاحب کی زبانی وہ واقعہ قلم بند کیا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے کرتہ پر چھینٹے پڑنے کے متعلق ہے ۔حضرت صاحب نے میاں عبداللہ صاحب کے اصرار پر ان کو یہ کرتہ عنایت کرتے ہوئے ہدایت فرمائی تھی کہ یہ کرتہ میاں عبداللہ صاحب کی وفات پر ان کے ساتھ دفن کر دیا جاوے تا کہ بعد میں کسی زمانہ میں شرک کا موجب نہ بنے۔سوآج میاں عبداللہ صاحب کی وفات پر وہ ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ مجھے یہ کرتہ میاں عبداللہ صاحب نے اپنی زندگی میں کئی دفعہ دکھایا تھا اور میں نے وہ چھینٹے بھی دیکھے تھے جو خدائی ہاتھ کی روشنائی سے اس پر پڑے تھے ۔اور جب آج آخری وقت میں غسل کے بعد یہ کرتہ میاں عبداللہ صاحب کو پہنایا گیا تو اس وقت بھی خاکسار وہاں موجود تھا۔میاں عبداللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ کا دیا ہوا ایک صابن کا ٹکڑا اور ایک بالوں کو لگانے کے تیل کی چھوٹی بوتل اور ایک عطر کی چھوٹی سی شیشی بھی رکھی ہوئی تھی اور غسل کے بعد جو اسی صابن سے دیا گیا، یہی تیل اور عطر میاں عبداللہ صاحب کے بالوں وغیرہ کو لگایا گیا۔اور کرتہ پہنائے جانے کے بعد خاکسار نے خود اپنے ہاتھ سے کچھ عطر اس کرتہ پر بھی لگایا۔نماز جنازہ سے قبل جب تک حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی آمد کا انتظار رہا لوگ نہایت شوق اور درد و رِقّت کے ساتھ میاں عبداللہ صاحب کو دیکھتے رہے جو اس کرتہ میں ملبوس ہو کر عجیب شان میں نظر آتے تھے اور جنازہ میں اس کثرت کے ساتھ لوگ شریک ہوئے کہ اس سے قبل میں نے قادیان میں کسی جنازہ میں اتنا مجمع نہیں دیکھا۔اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے میاں عبداللہ صاحب کو اس کرتہ کے ساتھ بہشتی مقبرہ کے خاص بلاک میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقون اور اوّلون خدام کیلئے مخصوص ہے، دفن کیا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح نے دفن کئے جانے کے وقت فرمایا کہ جن لوگوں کے سامنے یہ کرتہ بعد غسل میاں عبداللہ صاحب کو پہنایا گیا ان کی ایک حلفیہ شہادت اخبار میں شائع ہونی چاہئے تا کہ کسی آئندہ زمانہ میں کوئی شخص کوئی جعلی کرتہ پیش کر کے یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کرتہ ہے جس پر چھینٹے پڑے تھے ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب مرحوم سابقون اوّلون میں سے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ان کو ایک غیر معمولی عشق تھا ۔میرے ساتھ جب وہ حضرت صاحب کا ذکر فرماتے تھے تو اکثر ان کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں اور بعض اوقات ایسی رقت طاری ہو جاتی تھی کہ وہ بات نہیں کر سکتے تھے، جب وہ پہلے پہل حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی اور اس کے بعد آخری لمحہ تک ایسے روز افزوں اخلاص اور وفاداری کے ساتھ مرحوم نے اس تعلق کو نبھایا کہ جو صرف انبیاء کے خاص اصحاب ہی کی شان ہے ۔ایسے لوگ جماعت کیلئے موجب برکت و رحمت ہوتے ہیں اور ان کی وفات ایک ایسا قومی نقصان ہوتی ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی ۔مرحوم کو اس خاکسار کے ساتھ بہت انس تھا اور آخری ایّام میں جب کہ وہ پنشن لے کر قادیان آ گئے تھے۔ انہوں نے خاص شوق کے ساتھ ہمارے اس نئے باغ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا جو فارم کے نام سے مشہور ہے اور جو یہ خاکسار کچھ عرصہ سے تیار کروا رہا ہے اور پھر مرحوم نے اس انتظام کو ایسی خوبی کے ساتھ نبھایا کہ میں اس کے تفکرات سے قریباً بالکل آزاد ہو گیا ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو عالم اُخروی میں اعلیٰ انعامات کا وارث کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص قرب میں جگہ عطا فرمائے جن کا عشق مرحوم کی زندگی کا جزو تھا اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔اللھم آمین

بوقت وفات مرحوم کی عمر کم و بیش چھیاسٹھ سال کی تھی ۔وفات مرض فالج سے ہوئی جس میں مرحوم نے تیرہ دن بہت تکلیف سے کاٹے۔ فالج کا اثر زبان پر بھی تھا اور طاقت گویائی نہیں رہی تھی مگر ہوش قائم تھے ۔یوں تو سب نے مرنا ہے مگر ایسے پاک نفس بزرگوں کی جدائی دل پر سخت شاق گذرتی ہے اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیرینہ صحبت یافتہ یکے بعد دیگرے گذرتے جاتے ہیں اور ابھی تک ہم میں اکثر نے ان سے وہ درس وفا نہیں سیکھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کی طرف سے لائے تھے اور جس کے بغیر ایک مذہبی قوم کی ترقی محال ہے۔

(441) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔خاکسار کی نانی اماں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب تمہارے نانا جان کی اس نہر کے بنوانے پر ڈیوٹی لگی جو قادیان سے غرب کی طرف دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر سے گذرتی ہے تو اس وقت تمہارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کے ساتھ ان کا کچھ تعارف ہو گیا اور اتفاق سے ان دنوں میں مَیں کچھ بیمار ہوئی تو تمہارے تایا نے میر صاحب سے کہا کہ میرے والد صاحب بہت ماہر طبیب ہیں ۔آپ ان سے علاج کرائیں چنانچہ تمہارے نانا مجھے ڈولے میں بٹھا کر قادیان لائے ۔جب میں یہاں آئی تو نیچے کی منزل میں تمہارے تایا مجلس لگائے ہوئے بیٹھے تھے اور کچھ لوگ ان کے آس پاس بیٹھے تھے اور ایک نیچے کی کوٹھری میں تمہارے ابا (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) ایک کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور اوپر کی منزل میں تمہارے دادا صاحب تھے۔تمہارے دادا نے میری نبض دیکھی اور ایک نسخہ لکھ دیا اور پھر میر صاحب کے ساتھ اپنے دہلی جانے اور وہاں حکیم محمد شریف صاحب سے علم طب سیکھنے کا ذکر کرتے رہے ۔اس کے بعد میں جب دوسری دفعہ قادیان آئی تو تمہارے دادا فوت ہو چکے تھے اور ان کی برسی کا دن تھا جو قدیم رسوم کے مطابق منائی جا رہی تھی ۔ چنانچہ ہمارے گھر بھی بہت سا کھانا وغیرہ آیا تھا۔اس دفعہ تمہارے تایا نے میر صاحب سے کہا کہ آپ تتلہ (قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے) میں رہتے ہیں جہاں آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی اور وہ گاؤں بھی بدمعاش لوگوں کا گاؤں ہے۔بہتر ہے کہ آپ یہاں ہمارے مکان میں آ جائیں میں گورداسپور رہتا ہوں اور غلام احمدؑ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) بھی گھر میں بہت کم آتا ہے اس لئے آپ کو پردہ وغیرہ کی تکلیف نہیں ہوگی ۔ چنانچہ میر صاحب نے مان لیا اور ہم یہاں آ کر رہنے لگے ان دنوں میں جب بھی تمہارے تایا گورداسپور سے قادیان آتے تھے تو ہمارے لئے پان لایا کرتے تھے اور میں ان کے واسطے کوئی اچھا سا کھانا وغیرہ تیار کر کے بھیجا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جو میں نے شامی کباب ان کیلئے تیار کئے اور بھیجنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ گورداسپور واپس چلے گئے ہیں جس پر مجھے خیال آیا کہ کباب تو تیار ہی ہیں میں ان کے چھوٹے بھائی کو بھجوا دیتی ہوں ۔چنانچہ میں نے نائن کے ہاتھ تمہارے ابّا کو کباب بھجوا دیئے اور نائن نے مجھے آ کر کہا کہ وہ بہت ہی شکر گذار ہوئے تھے۔اور انہوں نے بڑی خوشی سے کباب کھائے اور اس دن انہوں نے اپنے گھر سے آیا ہوا کھانا نہیں کھایا اسکے بعد میں ہر دوسرے تیسرے ان کو کچھ کھانا بنا کر بھیج دیا کرتی تھی ۔اور وہ بڑی خوشی سے کھاتے تھے۔لیکن جب اس بات کی اطلاع تمہاری تائی کو ہوئی تو انہوں نے بہت برا منایا کہ کیوں ان کو کھانا بھیجتی ہوں کیونکہ وہ اس زمانہ میں تمہارے ابا کی سخت مخالف تھیں اور چونکہ گھر کا سارا انتظام اُن کے ہاتھ میں تھا وہ ہر بات میں انہیں تکلیف پہنچاتی تھیں مگر تمہارے ابا صبر کے ساتھ ہر بات کو برداشت کرتے تھے۔ان دنوں میں گو میر صاحب کا زیادہ تعلق تمہارے تایا سے تھا مگر وہ کبھی کبھی گھر میں آ کر کہتے تھے کہ مرزا غلام قادر کا چھوٹا بھائی بہت نیک اور متقی آدمی ہے۔اسکے بعد ہم رخصت پر دہلی گئے اور چونکہ تمہاری اماں اس وقت جوان ہو چکی تھیں ہمیں ان کی شادی کا فکر پیدا ہوا۔اور میر صاحب نے ایک خط تمہارے ابا کے نام لکھا کہ مجھے اپنی لڑکی کے واسطے بہت فکر ہے دعا کریں خدا کسی نیک آدمی کے ساتھ تعلق کی صورت پیدا کر دے۔تمہارے ابا نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں خود شادی کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ گو میری پہلی بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں مگر آج کل میں عملاً مجرد ہی ہوں وغیرہ ذالک ۔میر صاحب نے اس ڈر کی وجہ سے کہ میں اسے بُرا مانوں گی مجھ سے اس خط کا ذکر نہیں کیا۔اور اس عرصہ میں اور بھی کئی جگہ سے تمہاری اماں کیلئے پیغام آئے لیکن میری کسی جگہ تسلی نہ ہوئی حالانکہ پیغام دینے والوں میں سے بعض اچھے اچھے متمول آدمی بھی تھے اور بہت اصرار کے ساتھ درخواست کرتے تھے ۔مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ تمہارے نانا کے بہت تعلقات تھے انہوں نے کئی دفعہ تمہارے ابا کیلئے سفارشی خط لکھا اور بہت زور دیا کہ مرزا صاحب بڑے نیک اور شریف اور خاندانی آدمی ہیں مگر میری یہاں بھی تسلی نہ ہوئی کیونکہ ایک تو عمر کا بہت فرق تھا۔دوسرے ان دنوں میں دہلی والوں میں پنجابیوں کے خلاف بہت تعصب ہوتا تھا۔ بالآخر ایک دن میر صاحب نے ایک لدھیانہ کے باشندہ کے متعلق کہا کہ اس کی طرف سے بہت اصرار کی درخواست ہے اور ہے بھی وہ اچھا آدمی ۔اسے رشتہ دے دو۔میں نے اس کی ذات وغیرہ دریافت کی تو مجھے شرح صدر نہ ہوا اور میں نے انکار کیا۔جس پر میر صاحب نے کچھ ناراض ہو کر کہا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے کیا ساری عمر اسے یونہی بٹھا چھوڑو گی ۔میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے تو پھر غلام احمدؑ ہی ہزار درجہ اچھا ہے ۔میر صاحب نے جھٹ ایک خط نکال کر میرے سامنے رکھ دیا کہ لو پھر مرزا غلام احمدؑ کا بھی خط آیا ہوا ہے۔جو کچھ ہو ہمیں اب جلد فیصلہ کرنا چاہیے میں نے کہا کہ اچھا۔ پھر غلام احمد کو لکھ دو۔ چنانچہ تمہارے نانا جان نے اسی وقت قلم دوات لے کر خط لکھ دیا اور اس کے آٹھ دن بعد تمہارے ابا دہلی پہنچ گئے ۔ان کے ساتھ ایک دو نوکر تھے اور بعض ہندو اور مسلمان ساتھی تھے ۔جب ہماری برادری کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئے کہ ایک بوڑھے شخص کو اور پھر پنجابی کو رشتہ دے دیا ہے ۔اور کئی لوگ ان میں سے اسی ناراضگی میں نکاح میں شامل بھی نہیں ہوئے مگر ہم نے فیصلہ کر لیا ہوا تھا۔نکاح پڑھا کر رخصتانہ کر دیا۔تمہارے ابا اپنے ساتھ کوئی زیور یا کپڑا وغیرہ نہیں لے گئے تھے۔ بلکہ صرف ڈھائی سو روپیہ نقد لے گئے تھے۔ اس پر بھی برادری والوں نے بہت طعن دیئے کہ اچھا نکاح ہوا ہے کہ کوئی زیور کپڑا ساتھ نہیں آیا۔جس کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا گیا کہ مرزا صاحب کے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ زیادہ تعلقات نہیں ہیں۔اور گھر کی عورتیں ان کے مخالف ہیں۔اور پھر وہ جلدی میں آئے ہیں ۔اس حالت میں وہ زیور اور کپڑے کہاں سے بنوا لاتے ۔الغرض برادری کی طرف سے اس قسم کے طعن تشنیع بہت ہوئے اور مزید برآں یہ اتفاق ہوا کہ جب تمہاری اماں قادیان آئیں تو یہاں سے ان کے خط گئے کہ میں سخت گھبرائی ہوئی ہوں اور شائد میں اس غم اور گھبراہٹ سے مر جاؤں گی ۔چنانچہ ان خطوں کی وجہ سے ہمارے خاندان کے لوگوں کو اور بھی اعتراض کا موقعہ مل گیا اور بعض نے کہا کہ اگر آدمی نیک تھا تو اس کی نیکی کی وجہ سے لڑکی کی عمر کیوں خراب کی اس پر ہم لوگ بھی کچھ گھبرائے اور رخصتانہ کے ایک مہینہ کے بعد میر صاحب قادیان آ کر تمہاری اماں کو لے گئے ۔اور جب وہ دہلی پہنچے تو میں نے اس عورت سے پوچھا جس کو میں نے دلی سے ساتھ بھیجا تھا کہ لڑکی کیسی رہی ؟ اس عورت نے تمہارے ابا کی بہت تعریف کی اور کہا کہ لڑکی یونہی شروع شروع میں اجنبیت کی وجہ سے گھبرا گئی ہوگی ورنہ مرزا صاحب نے تو ان کو بہت ہی اچھی طرح سے رکھا ہے اور وہ بہت اچھے آدمی ہیں ۔اور تمہاری اماں نے بھی کہا کہ مجھے انہوں نے بڑے آرام کے ساتھ رکھا مگر میں یونہی گھبرا گئی تھی اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد تمہاری اماں پھر قادیان آ گئیں اور پھر بہت عرصہ کے بعد واپس ہمارے پاس گئیں۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

(سورۃ الصّف:9)

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

عورت کو قرآن کریم کا جو حصہ زبانی یاد ہو، وہ اسے ایامِ حیض میں ذکرواذکار کے طور پر دل میں دہرا سکتی ہے، نیز بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کیلئے قرآن کریم کا کوئی حصہ پڑھ بھی سکتی ہے لیکن باقاعدہ تلاوت نہیں کر سکتی، اسی طرح ان ایام میں عورت کو کمپیوٹر یا موبائل فون وغیرہ پر باقاعدہ تلاوت کی تو اجازت نہیں لیکن کسی ضرورت مثلاً حوالہ تلاش کرنے کیلئے یا کسی کو کوئی حوالہ دکھانے کیلئے کمپیوٹر یا موبائل فون وغیرہ پر قرآن کریم سے استفادہ کر سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے اہم سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط 14)

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے عورتوں کے مخصوص ایام میں موبائل فون پر قرآن کریم پڑھنے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا ہے۔ نیز پوچھا ہے کہ قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کیلئے ’’اصطفاء‘‘ کا لفظ استعمال کیوں کیا گیا ہے جبکہ وہ عورت تھیں اور نبی نہیں تھیں؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14؍جنوری 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب عورت کو قرآن کریم کا جو حصہ زبانی یاد ہو، وہ اسے ایام حیض میں ذکرواذکار کے طور پر دل میں دہرا سکتی ہے۔ نیز بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کیلئے قرآن کریم کا کوئی حصہ پڑھ بھی سکتی ہے لیکن باقاعدہ تلاوت نہیں کر سکتی۔ اسی طرح ان ایام میں عورت کو کمپیوٹر یا موبائل فون وغیرہ پر جس میں اسے بظاہر قرآن کریم پکڑنا نہیں پڑتا باقاعدہ تلاوت کی تو اجازت نہیں لیکن کسی ضرورت مثلاً حوالہ تلاش کرنے کیلئے یا کسی کو کوئی حوالہ دکھانے کیلئے کمپیوٹر یا موبائل فون وغیرہ پر قرآن کریم سے استفادہ کر سکتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں تک قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کیلئے ’’اصطفاء‘‘ کے لفظ کے استعمال کی بات ہے تو قرآن کریم اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لفظ صرف انبیاء کیلئے استعمال نہیں ہوا بلکہ کسی بھی غیر معمولی اور اہم کام کیلئے کسی کو منتخب کرنے کیلئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کے اپنے بچوں کو یہ بتانے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اس غیر معمولی دین کو چن لیا ہے، اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (البقرۃ: 133) یعنی اے میرے بیٹو! اللہ نے یقیناً اس دین کو تمہارے لئے چن لیا ہے۔ پس ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ کے) پورے فرمانبردار ہو۔

پھر آل ابراہیم اور آل عمران کی اُس زمانہ کے لوگوں پر فضیلت بیان کرنے کیلئے قرآن کریم نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (آل عمران: 34) یعنی اللہ نے آدم اور نوح (کو) اور ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو یقیناً سب جہانوں پر فضیلت دی تھی۔

اسی طرح حدیث میں بھی آتا ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا ذکر سب سے زیادہ پسند ہے تو آپؐ نے فرمایا: مَا اصْطَفَاهُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهِ (سنن ترمذی کتاب الدعوات) یعنی جو ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کیلئے پسند کیا ہے اور وہ ہے: سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهِ۔ پس ’’اصطفاء‘‘ کے معنی اختیار کرنے، پسند کرنے اور چن لینے کے ہیں۔ یعنی کسی کی نہایت اعلیٰ صفات کی بنا پر اسے قریب کرنے یا اسکے نیک اعمال کی وجہ سے اسے اپنے قرب میں جگہ دینے کے ہیں۔

حضرت مریمؑ اگرچہ خدا تعالیٰ کی نبی تو نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی اعلیٰ صفات سے متصف فرمایا تھا کہ ان کی انہیں صفات کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کے ایک نبی حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں ان جیسی اولاد کے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی اور پھر حضرت زکریا کی دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں ایک نبی بیٹے سے نوازا۔

بنی اسرائیل کی خدا تعالیٰ کے انبیاء کی مسلسل نافرمانی کرنے، ان کے ساتھ استہزا کرنے اور ان کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کے بطن سے ایک نبی بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس بچے کی پیدائش میں بنی اسرائیل میں سے کسی مرد کا کوئی حصہ نہیں ہے اور اسکے بعد بنی اسرائیل سے نبوت جیسی عظیم نعمت ہمیشہ کیلئے چھین لی گئی۔

پس ان غیر معمولی صفات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کیلئے قرآن کریم میں ’’اصطفاء‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جنگ جمل میں شہید ہونے والوں کے مقام کے بارے میں، عورت کی آدھی گواہی تصور کر کے حضرت عائشہؓ سے مروی احادیث کے مقام کے بارے میں نیز مخنث کی وراثت اور گواہی کے بارے میں مسائل دریافت کیے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14؍جنوری 2020ء میں ان سوالات کے درج ذیل جوابات عطا فرمائے۔ حضور نے فرمایا:

جواب جنگ جمل کی حقیقت یہ ہے کہ اسکی ساری کارروائی کے پیچھے ان مفسدوں اور شریر لوگوں کا ہاتھ تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے بعد مدینہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور یہ جنگ بھی انہی مفسدوں نے دو مسلمان گروہوں میں غلط فہمیاں پیدا کر کے اور کئی شرارتوں کو خود شروع کر کے بھڑکائی تھی۔ اُس زمانہ کی تاریخ اور ہمارے اِس زمانہ کے درمیان صدیوں کے پردے، بہت سی مشتبہ باتیں اور روایتیں حائل ہیں نیز کئی قسم کے شبہات جان بوجھ کر بھی اس میں داخل کیے گئے ہیں۔

لیکن دائمی حقیقت وہی ہے جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رسول ﷺ اور حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ جیسے قابل رشک الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اور بعد میں آنے والوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں یہ دعا کرتے ہیں کہ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔

پس ان شواہد کی موجودگی میں ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس جنگ میں منافقین کے شر اور دھوکے کا شکار ہو کر دونوں طرف سے شہید ہونے والے یقیناً معصوم لوگ تھے۔ جن کے بارے میں ہمیں کوئی اختیار نہیں کہ ہم حَکَم بن کر ان کے بارے میں کوئی فتویٰ جاری کریں کہ ان کا کیا مقام ہے۔

عورت کی گواہی کے متعلق یہ تصور درست نہیں کہ اسکی گواہی آدھی ہے۔ ایسے امور جن کا روزمرہ کے معاملات میں عورتوں سے تعلق نہیں ہوتا اگر ان میں مجبوراً عورت کی گواہی لینی پڑ جائے تو قرآن کریم نے ہدایت فرمائی ہے کہ گواہی دینے والی عورت کے ساتھ ایک دوسری عورت کو بھی شامل کر لیا جائے (چونکہ ان معاملات کا تعلق عورتوں سے نہیں ہے لہٰذا) اگر گواہی دینے والی عورت کسی وجہ سے بات بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد کروا دے۔ ورنہ گواہی اس اکیلی عورت ہی کی شمار ہوگی۔

اور جو معاملات خاص طور پر عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں ایک اکیلی عورت کی گواہی پر حضور ﷺ نے پورے معاملہ کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ روایت مروی ہے کہ حضرت عقبہ بن حارثؓ نے ایک خاتون سے شادی کی۔ اس پر ایک عام عورت نے آ کر کہا کہ اس نے اس شادی میں بندھنے والے میاں بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ خاوند کے اس عورت سے دودھ پینے سے لاعلمی کے اظہار کے باوجود حضور ﷺ نے ان میاں بیوی میں علیحدگی کروادی۔

جہاں تک مخنث کے حصہ وراثت کا تعلق ہے تو جس طرف کی علامتیں اس میں غالب ہوں گی، اسی کے مطابق اسے وراثت میں سے حصہ ملے گا۔ اگر اس میں مرد کی علامتیں غالب ہیں تو مردوں والا حصہ اسے ملے گا اور اگر اس میں عورت کی علامات غالب ہوں تو اسے عورت تصور کر کے اس کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔ اگر دونوں قسم کی علامتیں برابر ہوں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ دونوں حصوں میں سے چھوٹا حصہ اسے ملے گا۔

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں استفسار کیا کہ کیا مذہب کی دنیا میں چالیس کے عدد کی کوئی خاص اہمیت ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14؍جنوری 2020ء میں اس بارے میں درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جسمانی پختگی اور روحانی تکمیل کے ساتھ چالیس کے عدد کو ایک خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً یعنی جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰی ثَلٰثِیۡنَ لَیۡلَۃً وَّ اَتۡمَمۡنٰہَا بِعَشۡرٍ فَتَمَّ مِیۡقَاتُ رَبِّہٖۤ اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً۔ یعنی ہم نے موسیٰ کے ساتھ تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں دس (مزید راتوں) کے ساتھ مکمل کیا۔ پس اُس کے ربّ کی مقررہ مدت چالیس راتوں میں تکمیل کو پہنچی۔

ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت کے مقام پر سرفراز فرمایا گیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی صورت میں، چالیس دن تک علقہ کی صورت میں اور چالیس دن تک مضغہ کی صورت میں رہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیج کر اس میں روح پھونکتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص چالیس دن تک باجماعت نماز اس طرح پڑھے کہ تکبیر تحریمہ میں شامل ہو تو اس کیلئے آگ اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں چالیس دن کا چلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین اسلام کے شرف اور آنحضرت ﷺ کی صداقت و عظمت کے اظہار کیلئے ایک موعود بیٹے کی عظیم الشان بشارت سے نوازا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے پاس چالیس دن تک رہے گا وہ ضرور کچھ اللہ تعالیٰ کے نشانات کا مشاہدہ کر لے گا۔

پھر چالیس سال کی عمر پختگی کی عمر کہلاتی ہے۔ اسی لیے جماعت میں انصار اللہ کی تنظیم چالیس سال کی عمر والوں سے شروع کی جاتی ہے۔ پس ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ چالیس کا عدد دنیوی لحاظ سے پختگی کیلئے اور روحانی دنیا میں تکمیل کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دریافت کیا کہ یاجوج ماجوج کون ہیں؟ نیز یہ کہ کیا آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14؍جنوری 2020ء میں ان امور کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب آخری زمانے میں اسلام نے جن مصائب اور فتنوں سے دوچار ہونا تھا، ان میں دجال اور یاجوج ماجوج کا خاص طور پر ذکر آتا ہے اور دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہی فتنہ کے مختلف مظاہر ہیں۔ دجال اس فتنے کے مذہبی پہلو کا نام ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ گروہ آخری زمانے میں لوگوں کے مذہبی عقائد اور مذہبی خیالات میں فساد پیدا کرے گا۔ اور اس زمانے میں جو گروہ سیاسی حالات کو خراب کرے گا اور سیاسی امن و امان کو تباہ و برباد کرے گا اس کو یاجوج ماجوج کا نام دیا گیا ہے۔ اور ہر دو گروہوں سے مراد مغربی عیسائی اقوام کی دنیوی طاقت اور ان کا مذہبی پہلو ہے۔

لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں یہ خبر بھی دی کہ جب دجال اور یاجوج ماجوج کے فتنے برپا ہوں گے اور اسلام کمزور ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسلام کی حفاظت کیلئے مسیح موعود کو مبعوث فرمائے گا۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس مادی طاقت نہ ہوگی لیکن مسیح موعود کی جماعت دعاؤں اور تبلیغ کے ساتھ کام کرتی چلی جائے گی۔ جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو خود ہلاک کر دے گا۔

آپ کا دوسرا سوال کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا؟ اس کا جواب ہمیں احادیث سے ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا۔ اور ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جیسے تم نے بہترین رنگ کے گندمی آدمی دیکھے ہوں گے ان سے بھی اچھا تھا۔ اسکے بال دونوں شانوں تک سیدھے لٹکتے تھے۔ اسکے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اور وہ دو آدمیوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ مسیح بن مریم ہیں۔ پھر میں نے ان کے پیچھے ایک اور آدمی کو دیکھا جو سخت گھنگریالے بالوں والا، داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ اور ابن قطن (ایک کافر) سے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ وہ ایک آدمی کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کے گرد گھوم رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ (معراج کی رات) میں نے عیسیٰ موسیٰ اور ابراہیم (علیہم السلام) کو دیکھا۔ عیسیٰ (علیہ السلام) تو سرخ رنگ، گھنگریالے بال اور چوڑے سینہ کے آدمی تھے۔ رہے موسیٰ (علیہ السلام) تو وہ گندم گوں اور موٹے تازے سیدھے بالوں والے آدمی تھے گویا وہ (قبیلہ زط) کے آدمی ہیں۔

پس ان دونوں روایات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دو الگ الگ حلیوں کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موسوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا لیکن انہیں وفات یافتہ انبیاء حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کے ساتھ دیکھا۔ اور اپنے روحانی فرزند اور غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دیکھا جس نے دجال کے زمانے میں مبعوث ہو کر اس کا مقابلہ کر کے اسلام کا دفاع کرنا تھا اور اسے آپؐ نے طواف کعبہ کرتے دیکھا۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہالینڈ کی نومبائعات طالبات کی Virtual ملاقات مورخہ 23/اگست 2020ء میں ایک طالبہ نے عرض کیا کہ ہم آن لائن ایک کُردی گروپ میں تبلیغ کر رہے ہیں جس میں بعض ملاں بھی شامل ہیں جو پاکستان سے پڑھے ہوئے ہیں۔ اگر اس گروپ کے لوگ ہماری بات سننے میں دیانت دار نہ ہوں تو کیا ہم اس گروپ میں تبلیغ کرتے رہیں یا نہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس بارے میں راہ نمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جواب اگر اس نے صرف بحث کرنی ہے تو اس میں وقت ضائع کرنے کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ کچھ بہتر لوگوں کو Approach کریں اور ان کو تبلیغ کریں، جو سننے والے بھی ہوں۔ اور جو ڈھیٹ ہے اور جس نے صرف بحث کرنی ہے اور اعتراض پہ اعتراض کرتے رہنا ہے اور کوئی Sense والی بات نہیں کرنی تو اس پہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر تو اس کی نیت نیک ہے، وہ سننا چاہتا ہے اور اپنے اخلاق کے دائرہ میں Moral Codes کے اندر رہ کے بات کرتا ہے، پھر تو ٹھیک ہے، بات ہو سکتی ہے۔ اگر وہ غلط قسم کی باتیں کرتا ہے تو پھر اس کو چھوڑیں اور کوئی اور لوگ دیکھیں جو شریفانہ طور پہ بات کر سکیں، دلیل سے بات کریں اور اپنی بات کیلئے دلیل دیں اور ہماری دلیل سنیں۔ پھر اسکا پوری طرح انصاف کے ساتھ Analysis کریں، پھر دیکھیں کہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے۔

سوال اسی ملاقات میں ایک طالبہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کے والدین کی کونسی نصیحت آپ کیلئے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

جواب یہی کہ کبھی جھوٹ نہیں بولنا۔

سوال ایک طالبہ نے کہا کہ آجکل سوشل میڈیا میں خبر پھیلی ہے کہ کپڑوں کے بڑے بڑے Brands کورونا وائرس کی وجہ سے پاکستان اور بنگلہ دیش میں اپنے غریب ملازمین کو ان کا پورا حق نہیں دیتے۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ ان Brands کا بائیکاٹ ہونا چاہئے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ اس سوال پر حضور انور نے فرمایا:

جواب سوال یہ ہے کہ یہاں کی یہ جو بڑی کمپنیاں ہیں وہ تو پیسے دے دیتی ہیں کیونکہ یہ تو Direct اپنے Labours کے یا جو بھی ان کے ساتھ Workers ہیں ان کے پاس نہیں جاتے۔ وہاں کے کچھ لوگ ہیں جو Contract لیتے ہیں، وہ آگے Contract پر کام کرواتے ہیں۔ یہ بڑی کمپنیاں ان کو Contract دے دیتی ہیں اور وہ آگے پھر Local Labour سے کام لیتے ہیں۔ اور وہ اگر ان کو صحیح طرح لیبر نہیں دیتے تو وہ Exploit کرتے ہیں۔ تو وہ اُس ملک کے رہنے والوں کا قصور ہے۔ یہاں کی کمپنیوں کا تو قصور اتنا نہیں۔ کیونکہ عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ یہ لوگ تو پیسے دے دیتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ الّا ماشاء اللہ شاید کوئی ہو جو نہ دیتی ہو۔ کیونکہ ان کے بڑے بزنس چل ہی اس لیے رہے ہیں کہ یہ Fair بزنس کرنے والے ہیں اور جو بھی لیبر مقرر ہو انصاف سے دیتے ہیں۔

یہ اور بات ہے کہ تھوڑی لیبر دیتے ہیں۔ اور یہ اور بات ہے کہ وہ کام بنگلہ دیش سے یا سری لنکا سے یا انڈیا سے یا پاکستان سے یا کسی بھی اور غریب ملک سے کرواتے ہی اس لیے ہیں کہ یہاں تھوڑی لیبر پر کام ہو جائے گا۔ لیکن جو بھی لیبر ان کی مقرر ہوتی ہے وہ دے دیتے ہیں۔

آگے جو ان کے Sub-Contractors ہیں، جنہوں نے آگے جن کو Contract دیا ہوتا ہے اور پھر آگے وہ Labour سے کام لیتے ہیں وہ اصل میں Cheat کر رہے ہوتے ہیں۔ تو بائیکاٹ کرنے سے کیا فائدہ ہے، جو تھوڑی بہت ان کی آمدنی ہے وہ بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ باقی وہاں کے ملک کا جو قانون ہے، بنگلہ دیش یا جس ملک میں بھی یہ غلط کام ہو رہا ہے وہاں کا قانون ہے، اُن کو چاہئے کہ اپنی Labour کا خیال رکھیں اور جو بیچ میں ایسے لوگ ہیں ان سے صحیح ان کا حق دلوائیں۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 7/مئی 2021)

نیشنل مجلس عاملہ جماعت احمدیہ گیمبیا کی سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ورچوئل ملاقات

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 14/فروری 2021ء بروز اتوار گیمبیا کی نیشنل مجلس عاملہ کو ملاقات کا شرف عطا کیا۔ یہ ملاقات ہیڈ کوارٹر ٹیلنڈنگ بانجل میں مسجد بیت السلام میں ہوئی۔ ملاقات کا شرف حاصل کرنے والوں میں نیشنل مجلس عاملہ، ریجنل پریذیڈنٹ، ایریا مشنریز اور ہسپتالوں، اسکولز، پرنٹنگ پریس کے سربراہان، ہیومینٹی فرسٹ گیمبیا چیپٹر کے چیئرمین اور نصرت جہاں سکیم کے سیکرٹری شامل تھے۔ دن کے سوا بارہ بجے شروع ہونے والی یہ ملاقات ڈیڑھ بجے کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس عاملہ کے اراکین سے ان کا تعارف حاصل کیا اور ان کے شعبے کے سلسلے میں استفسار فرما کر کام کو درست اور بہتر انداز میں کرنے کی بابت رہنمائی فرمائی۔

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہسپتالوں اور اسکولز کے متعلق بھی رہنمائی فرمائی۔ نیز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مربیان اور مبلغین کی رہنمائی فرمائی کہ انہوں نے کیسے احباب جماعت اور عہدیداران کی تربیت کرنی ہے۔ دوران ملاقات حضور انور کی خدمت میں ایم ٹی اے گیمبیا، احمدیہ ہسپتال ٹیلنڈنگ ہیڈ کوارٹر، بیت السلام کمپلیکس اور احمدیہ پرنٹنگ پریس اور حالیہ دنوں میں آنے والی فائیو کلر (five colour) پرنٹنگ مشین کا تعارف دو ویڈیوز کے ساتھ کروایا گیا۔

ملاقات کے اختتام پر امیر جماعت گیمبیا مکرم بابا ایف ٹراولے صاحب نے حضور انور کا شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ بعض نوجوان جو خدام الاحمدیہ کی ڈیوٹی کر رہے ہیں اور سینٹرل سٹاف کے افراد جن میں سکولز اور پرنٹنگ پریس میں فرائض ادا کرنے والے شامل ہیں وہ بھی حضورِ انور کی خدمت میں سلام پیش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ یہ سارے احباب مقام ملاقات پر اندر آ گئے اور حضور انور کی زیارت کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور دل کا سکون پایا۔

سب شاملین نے ملاقات کے بعد ایک دوسرے کو مبارکباد دی کہ آج مدتوں بعد کئی پیاسی روحوں کو آقا کا دیدار نصیب ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جماعت احمدیہ گیمبیا اس ملاقات سے کما حقہ فیض اٹھانے والی اور اس کی برکت سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرنے والی ہو۔ آمین

(سید سعید الحسن شاہ، نائب امیر و مبلغ انچارج دی گیمبیا)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 16/فروری 2021)

......☆......☆......☆......

بقیہ وصایا از صفحہ 15

تاریخ بیعت 2003، ساکن برنالہ ڈاکخانہ کھارا ضلع مانسہ صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 26/جولائی 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک پلاٹ 2 کنال۔ میرا گزارہ آمد از مزدوری ماہوار -/3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طارق محمود　　العبد: نرنجن خان　　گواہ: ظہیر احمد بھٹی

مسل نمبر 10418: مَیں اجمیر بیگم زوجہ مکرم نرنجن خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 56 سال تاریخ بیعت 2003، ساکن برنالہ ڈاکخانہ کھارا ضلع مانسہ صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 26/جولائی 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 5 گرام 22 کیریٹ، حق مہر -/2100 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طارق محمود　　الامۃ: اجمیر بیگم　　گواہ: ظہیر احمد بھٹی

مسل نمبر 10419: مَیں محمد سلیم ولد مکرم ابتار خان صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 23 سال تاریخ بیعت 2003، ساکن سرسی والا (بریٹا) ضلع مانسہ صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/مارچ 2017 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طارق محمود　　العبد: محمد سلیم　　گواہ: ناصر احمد زاہد

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہوتو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10405: مَیں طاہر احمد کے.پی ولد مکرم عبد الناظر کے.پی صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 35 سال پیدائشی احمدی، ساکن K.P ہاؤس Assramam ضلع کولم صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/جولائی 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائدادنہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/45,000روپے ہے۔میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ٹی.احمد سعید العبد: طاہر احمد کے.پی گواہ: عبد الناظر کے.پی

مسل نمبر 10406: مَیں سمیرہ.کے زوجہ مکرم طاہر احمد کے.پی صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 30 سال تاریخ بیعت 2002، ساکن K.P ہاؤس Assramam ضلع کولم صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/جولائی 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: 1 چین 20 گرام، 3 کڑے 32 گرام، 2 بالیاں 10 گرام، پازیب 12 گرام، لاکیٹ 6 گرام، 2 انگوٹھیاں 4 گرام، زیور طلائی بصورت حق مہر: چین 16 گرام، لاکیٹ 4 گرام، انگوٹھی 4 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عبد الناظر کے.پی الامۃ: سمیرہ.کے گواہ: طاہر احمد کے.پی

مسل نمبر 10407: مَیں مبشرہ.ٹی زوجہ مکرم نیاز احمد کے.ایف صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 35 سال پیدائشی احمدی، ساکن K.P ہاؤس Assramam ضلع کولم صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: بالیاں 2 گرام، انگوٹھی 2 گرام، زیور طلائی بصورت حق مہر: چین 20 گرام، لاکیٹ 4 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عبد الناظر کے.پی الامۃ: مبشرہ.ٹی گواہ: طاہر احمد کے.پی

مسل نمبر 10408: مَیں داؤد احمد چوپان ولد مکرم بشیر احمد چوپان صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 31 سال پیدائشی احمدی، ساکن کوریل ڈاکخانہ آسنور تحصیل ہانجی پورہ ضلع کولگام صوبہ کشمیر، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 6/جون 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک مکان مشترکہ اور ایک کنال زمین مشترک۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/17,522 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: بلال احمد ڈار العبد: داؤد احمد چوپان گواہ: مرزا بشیر احمد

مسل نمبر 10409: مَیں مروان امیر ولد مکرم ٹی.ایم.امیر صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 32 سال تاریخ بیعت 2014، ساکن 2557 تنگل نگر D/14 پلوروتھی (اپرناھم) صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 6/ستمبر 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ نقد 2 لاکھ روپئے۔ میرا گزارہ آمد از تجارت ماہوار -/2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ٹی.کے.ابوبکر العبد: مروان امیر گواہ: ایم.اے.زین العابدین

مسل نمبر 10410: مَیں ثمرہ کوثر زوجہ مکرم شاہ رخ خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 26 سال پیدائشی احمدی، ساکن پانی پت صوبہ ہریانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 26/ستمبر 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 3 گرام 22 کیریٹ، زیور نقرئی 250 گرام، حق مہر -/1,00,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/400 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد خان الامۃ: ثمرہ کوثر گواہ: نصیر احمد

مسل نمبر 10411: مَیں اسلم خان ولد مکرم دلاور خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ مزدوری عمر 27 سال تاریخ بیعت 1998، ساکن پانی پت صوبہ ہریانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 26/ستمبر 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائدادنہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از مزدوری ماہوار -/6000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد خان العبد: اسلم خان گواہ: نصیر احمد

مسل نمبر 10412: مَیں شاہ رخ خان ولد مکرم دلاور خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ مزدوری عمر 25 سال تاریخ بیعت 1998، ساکن پانی پت صوبہ ہریانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 26/ستمبر 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائدادنہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از مزدوری ماہوار -/2500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد خان العبد: شاہ رخ خان گواہ: نصیر احمد

مسل نمبر 10413: مَیں ونود خان ولد مکرم دلبیر صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ مستری عمر 30 سال تاریخ بیعت 1996، ساکن باس ضلع حصار صوبہ ہریانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 2/اگست 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائدادنہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/4000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد خان العبد: ونود گواہ: الفاظ حسین

مسل نمبر 10414: مَیں سنتارا بیگم زوجہ مکرم دلبیر خان صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 48 سال تاریخ بیعت 1996، ساکن باس ضلع حصار صوبہ ہریانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8/ستمبر 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: بالی 6 گرام، انگوٹھی 4 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد خان الامۃ: سنتارا بیگم گواہ: الفاظ حسین

مسل نمبر 10415: مَیں لیلو دین ولد مکرم علم دین صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ کارپینٹر عمر 55 سال تاریخ بیعت 1995، ساکن بھاٹلہ ضلع حصار صوبہ ہریانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 9/ستمبر 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائدادنہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/4000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد خان العبد: لیلو دین گواہ: نصیب خان

مسل نمبر 10416: مَیں صدیق خان ولد مکرم چھوٹو خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ زراعت عمر 37 سال تاریخ بیعت 2008، ساکن کرڈھان ضلع فتح آباد صوبہ ہریانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 15/ستمبر 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائدادنہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از زراعت ماہوار -/5000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کوادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: طاہر احمد خان العبد: صدیق خان گواہ: عبد الرؤوف

مسل نمبر 10417: مَیں نرنجن خان ولد مکرم نہال خان صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ مزدوری عمر 60 سال

باقی صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں

قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

(قرآن مجید کی 26 آیات پر اعتراضات کے جوابات)

محمد حمید کوثر، ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ شمالی ہند قادیان

(قسط:3)

(اعتراض نمبر 4) حضرت عثمان نے اس قرآن کے نام پر بنائے جانے والے نسخوں کو جلانے کا حکم دیا؟

جواب: تاریخ اسلام سے علم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نزول قرآن کی ابتداء سے ہی ذاتی طور پر قرآن مجید کو لکھتے جاتے تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعلان نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال اسلام میں شامل ہوئے تھے آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل 40 مرد اور 11 عورتیں اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ یعنی کل مسلمانوں کی تعداد 51 افراد پر مشتمل تھی۔ (بحوالہ مشکوٰۃ اسماء الرجال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے حضور ﷺ کو قتل کرنے کیلئے نکلے تھے راستے میں کسی نے انکو کہا آپ کی بہن فاطمہ اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں چنانچہ حضرت عمر اپنی بہن کے گھر پہنچے تو بہن نے صحیفہ قرآن چھپا دیا۔ اس پر حضرت عمر نے اپنی بہن کو کہا۔ وَقَالَ لِاُخْتِهٖ اَعْطِيْنِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةَ (سیرۃ ابن ھشام، باب اسلام عمر بن خطاب الجزا صفحہ 41)

قارئین کرام غور کیجئے نزول قرآن کے آغاز پر ابھی پانچواں یا چھٹا سال تھا اسوقت تک نازل شدہ قرآن صحیفہ کی شکل میں حضرت عمر کی بہن فاطمہ کے پاس تھا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کے نام سے بہت سے نسخے صحابہ کرام نے اپنے پاس لکھے ہوئے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ محسوس کیا کہ اصل قرآن وہی ہوگا جو اصل سند کے مطابق ہوگا باقی سب تلف کیے جائیں۔

الٰہی حفاظت کا ناقابلِ تردید ثبوت:

(1) قرآن مجید کے محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ذریعہ اصل مستند مصدقہ نسخہ قرآن یکجا و تیار کروایا۔

(2) اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرواتا تو قرآن مجید احادیث کی طرح ہو جاتا اور جیسے بعض احادیث میں اختلاف ہے ویسے ہی قرآن مجید کے بارے میں صحابہ کی آراء مختلف ہو سکتی تھیں اور ہر صحابی کہتا جو نسخہ قرآن، میں نے لکھا ہے اس میں یہ ہے اور دوسرا کہتا میرے نسخہ قرآن میں کچھ اور ہے کیونکہ ہر صحابی غلطی کر سکتا ہے۔ عبارت کو سمجھ کر لکھنا ہر انسان کا کام نہیں ہوتا اس لیے ایسی تحریر کردہ آیات قرآن میں غلطی کا امکان ہو سکتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان تمام امکانات کو نیست و نابود کرنے کا، اور جلانے کا حکم دیا اور یہ سب تصرف الٰہی کے تحت ہی ہو رہا تھا۔

(3) اگر غیر مصدقہ بنام قرآن کے نسخوں کو جلایا نہ جاتا تو یہ خدشہ تھا کہ منافقین یا مخالفین اسلام یہود و نصاریٰ خود ساختہ عبارتیں بنا کر کسی نسخہ قرآن میں شامل کروا سکتے تھے اور کہہ دیتے یہ بھی قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یہود کے بارے میں فرماتا ہے کہ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 76) ترجمہ: جب کہ ان میں سے ایک گروہ کلام الٰہی کو سنتا ہے اور اسے اچھی طرح سمجھنے کے باوجود اس میں تحریف کرتا ہے اور وہ خوب جانتے ہیں۔

پھر دوسری جگہ فرماتا ہے کہ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 80) ترجمہ: پس ہلاکت ہے ان کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

یہود کے ایک گروہ کی عادت تھی کہ قرآن مجید کے الفاظ کو بدل کر پڑھتے تھے تا کہ اُسکا مفہوم بدل جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 105) ترجمہ: ''رَاعِنَا'' نہ کہا کرو بلکہ یہ کہا کرو کہ ہم پر نظر فرما۔ تفاسیر میں آتا ہے کہ یہود رَاعِنَا کو ''رَاعِيْنَا'' (ہمارے چرواہے) پڑھا کرتے تھے۔

حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس چند یہود آئے اور انہوں نے (السلام علیکم) کہنے کی بجائے، حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اور لفظ ''سلام'' کو بدلتے ہوئے کہا ''السَّامُ عَلَيْكَ'' (یعنی نعوذ باللہ بد دعا دی) (بحوالہ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء اَھْلِ الکتاب بالسلام)

ان الفاظ کی تحریف مخالفین اسلام آنحضرت ﷺ کی حیات میں کر رہے تھے۔ اگر خدائی وعدہ، اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے بروقت حفاظت قرآن کی کاروائی نہ کی جاتی تو نہ معلوم قرآن مجید کے خلاف کیا کیا سازشیں کرتے۔

توریت میں تحریف کی مثال

یہود و نصاریٰ نے توریت (کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ) میں کس طرح تحریف کی اُسکی صرف ایک مثال درج ذیل ہے۔

(1) توریت کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ اب جو کتاب موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ اُس میں درج ذیل عبارت کا اضافہ کس نے کر دیا کہ؟ ''پس خداوند کے بندہ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی ......اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا۔'' (استثناء، باب 34، آیت 7)

مذکورہ بالا عبارت بتا رہی ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اضافہ کی گئی عبارت ہے۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے بعد خود یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ اُن کی عمر 120 سال تھی۔

مخالفین اسلام کی کوششیں ہوتی ہیں کہ قرآن مجید کو بھی محرف بنا دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے جرأت مندانہ اور بروقت اقدام نے قرآن مجید کو ہر تحریف سے محفوظ رکھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پس اللہ تعالیٰ نے اتنا عظیم الشان حفاظتی انتظام کروا کر یہ ثبوت دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں قرآن مجید کی لفظی، معنوی، دینی اور روحانی حفاظت کیلئے اپنا وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ پورا کرتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(اعتراض نمبر 5) معترض نے ایک اعتراض بغرض تشکیک یہ کیا کہ حضرت علیؓ نے قرآن مجید کو درست کر لیا؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کبھی نہیں ہونے دیا یہ حضرت سیدنا علیؓ کی طرف غلط بات منسوب کی جا رہی ہے۔ اگر یہ درست کرنے والی بات صحیح ہوتی تو معترض درج ذیل سوالات کے جوابات دے۔

(1) بقول معترض اگر حضرت علیؓ نے قرآن کو درست کر لیا تھا تو وہ ممالک جہاں پر اہل تشیع برسرِ اقتدار تھے یا ہیں وہ حضرت علیؓ کا تصحیح شدہ نسخہ قرآن کیوں شائع نہیں کرتے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایران اور دوسرے شیعہ ادارے وہی قرآن شائع کرتے، پڑھتے اور پڑھاتے ہیں جو اہلِ سنت والوں کے پاس ہے۔

(2) سیدنا حضرت علیؓ شیرِ خدا اور چوتھے خلیفہ نے اپنے عہدِ خلافت میں تصحیح شدہ قرآن کو رائج کیوں نہیں کیا اور مسلمانوں کو یہ کیوں نہ کہا کہ تمہارے حافظے میں جو قرآن ہے وہ محو کر کے یہ تصحیح شُدہ قرآن حفظ کرو ایسی کوئی روایت ہمیں تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔ لہٰذا یہ اعتراض انتہائی غلط اور باطل ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود قبول کی ہے اس نے اسے ہر تحریف و تبدیلی سے محفوظ رکھا ہے اور قیامت تک اسے محفوظ رکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(اعتراض نمبر 6) قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیر میں مسلمانوں کا اختلاف ہے اور ان غلط تشریحات کا فائدہ بنیاد پرست اور دہشت گرد اٹھا رہے ہیں جو انسانیت کیلئے خطرناک ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ یوسف، آیت نمبر 3) کہ ہم نے قرآن مجید کو فصیح اور واضح عربی زبان میں نازل کیا ہے اور یہی اللہ کا کلام ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ اس کی غلط تشریحات سے بنیاد پرست اور دہشت گرد فائدہ اُٹھا رہے ہیں تو یہ غلطی غلط تشریح کرنے والوں اور فائدہ اُٹھانے والوں کو نہ روکنے والوں کی ہے نہ کہ قرآن مجید کی۔!!

اگر کوئی ملکی قانون اور دستور کی کسی شِق کی غلط تشریح کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالے تو قصور مغالطہ میں ڈالنے والوں کا ہے نہ کہ قانون کا۔!

معترض کی طرح اگر کوئی یہ مطالبہ کرے کہ دستور اور آئین سے اس شِق کو ختم کر دیا جائے کیونکہ اس شِق سے بعض لوگ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا اس کا مطالبہ قابلِ قبول ہوگا۔؟؟ ہرگز نہیں۔

اس کو ایک دوسری مثال کے ذریعہ اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ مثال کے طور پر کوئی احمق اور جاہل مسلمانوں کو یہ کہے کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (سورۃ النساء، آیت نمبر 44) اور دوسری جگہ لکھا ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (سورۃ الماعون، آیت نمبر 5) یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ اور جو جائے گا اس کیلئے ہلاکت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو نماز ادا نہیں کرنی چاہئے۔ اب اگر کوئی دوسرا جاہل اُٹھ کر یہ مطالبہ کرے کہ قرآن مجید کی ان دو آیات کو خدانخواستہ حذف کیا جائے کیونکہ اسکے ذریعہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جا رہا ہے تو کیا یہ مطالبہ درست ہوگا۔

پس ان دو مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ معترض کے اعتراض غلط اور بے بُنیاد اور حقیقت پر مبنی نہیں ہیں۔ (باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods (Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

INDIAN ROLLING SHUTTERS
WHOLESALE DEALER
SUPPLIERS OF ALL SPARES PARTS OF ROLLING SHUTTERS
Specialist in : GEAR & REMOTE SHUTTERS
Prop : HAMEED AHMAD GHOURI
Add : Beside Andhra Bank, Balapur X Road, Hyderabad (T.S)
Mobile : 09849297718

نماز جنازہ غائب

(قسط سوم)

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ یو.کے 2021 پر تیسرے روز نماز ظہر وعصر کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ’’اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی‘‘ 209 مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ان میں سے مزید 34 مرحومین کا مختصر ذکر ذیل میں پیش ہے:

(108) مکرم ماسٹر حمید احمد خان صاحب ابن مکرم ماسٹر بیرم خان صاحب (گھٹیالیاں خورد ضلع سیالکوٹ) 28؍جولائی 2020 کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے قائد مجلس، نگران حلقہ خدام الاحمدیہ، نائب قائد ضلع، صدر جماعت، امیر حلقہ اور سیکرٹری تحریک جدید ضلع کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ بے شمار خوبیوں کے مالک، بڑے مہمان نواز اور مخلص انسان تھے۔

(109) مکرم محمد اسلم داؤد صاحب ابن مکرم چودھری عبد الحمید صاحب (Marburg، جرمنی) 31 جولائی 2020 کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مقامی جماعت میں سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

(110) مکرم چودھری نصر اللہ خان صاحب ابن مکرم چودھری رحمت خان صاحب (تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال) 6؍اگست 2020 کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے صدر جماعت کے علاوہ چھ سال امیر ضلع کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(111) مکرمہ عزیزہ بشارت صاحبہ اہلیہ مکرم بشارت احمد چغتائی صاحب (ساؤتھ چیم) 7اگست 2020 کو وفات پا گئیں۔ آپ حضرت میاں چراغ دین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے مکرم سعید الدین سعدی صاحب کی بہو تھیں۔ ایک نیک، دعا گو، خوش اخلاق اور صابرہ وشاکرہ خاتون تھیں۔

(112) مکرمہ امۃ المتین صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد صاحب (دار العلوم جنوبی بشیر ربوہ) 12؍اگست 2020 کو وفات پا گئیں۔ جوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں لیکن دو بچوں کی کفالت کی ذمہ داری بڑی خوش اسلوبی اور صبر وہمت کے ساتھ ادا کی۔

(113) مکرم خالد یلسین صاحب (ماڈل ٹاؤن کراچی، حال ہیوسٹن، امریکہ) 13؍اگست 2020 کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ بہت خوش مزاج، ملنسار اور خوش اخلاق انسان تھے۔ کراچی میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ جماعتی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ کو ملازمت کے دوران جب بھی برطانیہ آنے کا موقعہ ملتا تو جماعتی ڈاک بڑے اہتمام سے لاتے اور واپسی پر لے کر بھی جایا کرتے تھے۔

(114) مکرمہ مسرت بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم شفقت حیات تھیم (محلہ مجید پورہ گوجرانوالہ روڈ حافظ آباد شہر) 14اگست 2020 کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، باقاعدگی سے تلاوت قرآن کریم کرنے والی ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ غریبوں اور یتیموں کی دل کھول کر مدد کرتیں اور کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتی تھیں۔

(115) مکرمہ قیصر جمال افضل صاحبہ اہلیہ محمد افضل صاحب (جرمنی) 18؍اگست 2020 کو وفات پا گئیں۔ آپ کے دادا غلام محمد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زمینوں پر خدمت کا موقع ملا۔

(116) مکرم شفیق احمد صاحب (Kiel، جرمنی) 20؍اگست 2020 کو وفات پا گئے۔ بہت ہر دلعزیز، نمازوں کے پابند، نظام جماعت کا احترام کرنے والے ایک نیک اور باوفا انسان تھے۔

(117) مکرم امین الحق صاحب (صدر جماعت چامرچی، نزد بھوٹان بارڈر، ضلع جلپائی گوڑی بنگال) 21؍اگست 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھنے کے بعد 2003ء میں بیعت کی تھی اور خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ ساری زندگی سخت مخالفت کا سامنا کیا لیکن عہد بیعت پر ثابت قدم رہے۔

(118) مکرم محمد اکبر گجراتی صاحب (سابق معلم وقف جدید) 24 اگست 2020ء کو وفات پا گئے۔ آپ کے دادا مکرم محمد حیات صاحب کو 1910ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے پاکستان کی مختلف جماعتوں میں بطور معلم خدمت کی توفیق پائی۔

(119) مکرم مشتاق احمد صاحب ابن مکرم فضل الٰہی صاحب (گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) 8؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مقامی جماعت میں سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(120) مکرمہ نور جہاں بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبد الرحید صاحب (صدر جماعت بھرتپور، مرشد آباد، بنگال) 10؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ مقامی مجلس بھرتپور میں صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کے بڑے بیٹے معلم سلسلہ ہیں اور چھوٹے بیٹے انسپکٹر تحریک جدید کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں۔

(121) مکرم عزیز احمد باجوہ صاحب (گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) 12؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مکرم لقمان احمد کشور صاحب (مبلغ سلسلہ انچارج شعبہ وقف نو مرکزیہ یو.کے) کے ماموں تھے۔

(122) مکرمہ نگہت جاوید صاحبہ اہلیہ مکرم رانا جاوید اقبال صاحب (ربوہ) 12؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ایک نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔

(123) مکرم رانا بشیر احمد صاحب ابن مکرم مہر دین صاحب (حمیر ٹاؤن کالونی، کراچی) 13؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم کا جماعت کے ساتھ گہرا اخلاص کا تعلق تھا۔ نماز باجماعت کے پابند اور چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔

(124) مکرم محمد انعام ذاکر صاحب (واقف زندگی پنشنر، صدر انجمن احمدیہ، قادیان) 14؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ قادیان میں نظارت علیاء، نظارت امور عامہ، نظارت تعلیم، نور الدین لائبریری اور لنگر خانہ میں بطور کارکن خدمت کی توفیق پائی۔ پنجگانہ نمازوں کے پابند اور تہجد گزار تھے۔ قرآن کریم کے 26 پارے حفظ تھے اور رمضان میں درس القرآن پر قرآن کریم کی تلاوت بہت شوق سے کیا کرتے تھے۔

(125) مکرم محمد احمد اکمل خان صاحب ابن مکرم صوبیدار محمد افضل خان (لاہور، سعودی عرب، یو.کے) 18؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ سعودی عرب میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔

(126) مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب (گھسیٹ پورہ، فیصل آباد) 19؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ حضرت مولوی سلطان علی صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اپنی جماعت میں بطور صدر وامیر جماعت خدمت کی توفیق پائی۔

(127) مکرمہ سیدہ نصیرہ خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم سید بشیر الدین صاحب (قادیان) 19؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ حضرت سید اختر الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی تھیں۔ خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔

(128) مکرم منور احمد زبیر صاحب ابن مکرم سید حبیب اللہ شاہ صاحب (لاہوری محلہ، لاڑکانہ شہر) 20؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مقامی سطح پر مجلس خدام الاحمدیہ میں خدمت کی توفیق پائی۔ جماعتی سنٹر پر سیکورٹی کی ڈیوٹی بھی دیا کرتے تھے۔

(129) مکرم میاں محمد شریف جنجوعہ صاحب ابن مکرم چودھری محمد ابراہیم صاحب (لاہور) 21؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔

(130) مکرمہ فرحت خورشید صاحبہ اہلیہ مکرم راجہ محمد سلیم صاحب (کینیڈا) 23؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ مکرم چودھری محمد فضل صاحب سابق امیر جماعت راولپنڈی کی نواسی اور مکرم راجہ حامد خورشید صاحب (نارتھ لندن) کی ہمشیرہ تھیں۔

(131) مکرمہ فطری بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم اسماعیل خان صاحب مرحوم (پنکال، کٹک، انڈیا) 30؍ستمبر 2020ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، دیندار، بااخلاق اور نیک خاتون تھیں۔ مجلس قدرت نگر پنکال میں صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(132) مکرم چودھری عنایت علی سندھو صاحب (جرمنی) 4؍اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، دعا گو ایک خوش اخلاق اور نیک سیرت انسان تھے۔ آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔

(133) مکرم الحاج محمد بشیر الاسلام صاحب (حیدر آباد، انڈیا) 11؍اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ صوم وصلوۃ کے پابند، خلافت کے فدائی، خوش اخلاق، غریب پرور اور صلہ رحمی کرنے والے ایک نیک انسان تھے۔

(134) مکرم منصور احمد صاحب ابن مکرم بندہ علی صاحب (حیدر آباد انڈیا) 12؍اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان کے ماموں اور محمد انور صاحب مربی سلسلہ دفتر وصایا بہشتی مقبرہ قادیان کے والد تھے۔ کئی سال زعیم انصار اللہ کے علاوہ مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔

(135) مکرم رانا محمد اکرم صنم صاحب (ربوہ) 12؍اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ سید والہ ضلع ننکانہ میں بطور صدر جماعت 10 سال خدمت سرانجام دے چکے ہیں۔ 2000ء میں اسیر راہ مولا بھی رہ چکے ہیں۔

(136) مکرم صوفی جاوید اقبال شاہد صاحب ابن مکرم صوفی علی محمد صاحب (سابق معلم وقف جدید، ملائیشیا) 16؍اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند، سادہ مزاج، صابر وشاکر ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ آپ نے اپنی فنی اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی بدولت ربوہ میں ایوان محمود، دار الضیافت، مسجد اقصیٰ، گلشن احمد نرسری اور سوئمنگ پول میں مختلف کام کرنے کی توفیق پائی۔

(137) مکرمہ بشیراں فرحت صاحبہ اہلیہ مکرم اللہ بخش صاحب (دار الصدر شمالی ربوہ) 18؍اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئیں۔ مقامی لجنہ میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ صوم وصلوۃ کی پابند، دعا گو ایک نیک اور متوکل علی اللہ خاتون تھیں۔ آپ مکرم آفتاب احمد صاحب مربی دفتر وکالت دیوان تحریک جدید کی والدہ تھیں۔

(138) مکرم بشیر احمد صاحب (امریکہ) 25؍اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے پاکستان کی مختلف جماعتوں میں بطور صدر جماعت۔ نیز دفتر صدر عمومی ربوہ میں بطور جنرل سیکرٹری، سیکرٹری رشتہ ناطہ اور ممبر لوکل قضا بورڈ خدمت کی توفیق پائی۔ وقف کر کے نصرت ہائی سکول گیمبیا میں پڑھانے کا بھی موقعہ ملا۔

(139) مکرم ملک منور احمد صاحب ابن مکرم ملک محمد عمر صاحب (منڈیالہ وڑائچ، تحصیل وضلع گوجرانوالہ) یکم نومبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مقامی مجلس میں زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ نمازوں کے پابند، مالی قربانی میں حصہ لینے والے، خلافت کے فدائی ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔

(140) مکرم عبد الرحمٰن نیازی صاحب (بفلو، امریکہ) 3؍نومبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ 39 سال پاکستان ایئر فورس میں فلائٹ لیفٹیننٹ کے عہدے پر فائز رہے۔ کراچی میں سیکرٹری رشتہ ناطہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(141) مکرم محمد اسلم صاحب (سمن آباد، لاہور) 4؍نومبر 2020ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ خلافت سے بے انتہا عقیدت رکھنے والے وجود تھے۔ ایمانداری، سچائی، سخاوت، اطاعت گزاری، رحم دلی، مہمان نوازی، غریب پروری اور ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنا آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔

(باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

SUIT SPECIALIST
Proprietor
SYED ZAKI AHMAD
Bandra, Mumbai
Mobile : 09867806905

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

اس خیال نے مجھے رلایا ہے کہ یہ دولت جو تمہارے پاس آرہی ہے اس سے کہیں تم لوگوں کے درمیان بھائی چارے کی بجائے حسد اور بغض نہ بڑھ جائے اور جس قوم میں آپس میں حسد بڑھ جائے تو ان میں پھر خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 30/جولائی 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال مدائن کی فتح کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کشف دیکھا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جنگ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے ایک جگہ ایک ایسا پتھر نکلا جو کسی طرح ٹوٹنے میں نہ آتا تھا صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک پتھر ہے جو ٹوٹنے میں نہیں آتا۔ آپؐ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور ایک کدال لے کر اللہ کا نام لیتے ہوئے اس پتھر پر ماری۔ لوہے کے لگنے سے پتھر میں سے ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے زور کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا کہ مجھے مملکت شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! اس وقت شام کے سرخ محلات میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس ضرب سے وہ پتھر کسی قدر شکستہ ہو گیا۔ دوسری دفعہ آپؐ نے پھر اللہ کا نام لے کر کدال چلائی اور پھر ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا اس دفعہ مجھے فارس کی کنجیاں دی گئی ہیں اور مدائن کے سفید محلات مجھے نظر آرہے ہیں۔ اس دفعہ پتھر کسی قدر زیادہ شکستہ ہو گیا۔ تیسری دفعہ آپؐ نے پھر کدال ماری جس کے نتیجہ میں پھر ایک شعلہ نکلا اور آپؐ نے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا اب مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! صنعاء کے دروازے مجھے اس وقت دکھائے جارہے ہیں۔ اس دفعہ وہ پتھر بالکل شکستہ ہو کر اپنی جگہ سے گر گیا۔

سوال مدائن کی فتح کا وعدہ کب پورا ہوا؟

جواب مدائن کی فتح کا وعدہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پورا ہوا۔

سوال مدائن نام رکھنے کی حضور انور نے کیا وجہ بیان فرمائی؟

جواب حضور نے فرمایا: یہاں یکے بعد دیگرے کئی شہر آباد ہوئے تھے اس لیے عربوں نے اسے مدائن یعنی کئی شہروں کا مجموعہ کہنا شروع کر دیا۔

سوال مدائن کے معرکہ کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مدائن کسریٰ کا پایہ تخت تھا۔ یہاں پر اس کے سفید محلات تھے۔ مسلمانوں اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے دریا کے تمام پل توڑ دیئے۔ حضرت سعدؓ چاہتے تھے کہ مسلمان دریا عبور کریں لیکن وہ مسلمانوں کی ہمدردی میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایک رات آپؓ کو خواب دکھایا گیا کہ مسلمانوں کے گھوڑے پانی میں داخل ہوئے ہیں اور دریا کو پار کر لیا ہے حالانکہ وہاں طغیانی بھی ہے۔ اس خواب کی تکمیل میں حضرت سعدؓ نے دریا کو عبور کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت سعدؓ نے فوج سے کہا کہ مسلمانو! دشمن نے دریا کی پناہ لے لی ہے۔ آؤ اس کو تیر کر پار کریں اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ حضرت سعدؓ کے سپاہیوں نے اپنے قائد کی پیروی کرتے ہوئے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور اسلامی فوجیں دریا کے پار اتر گئیں۔ مقابل فوج نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو خوف سے چیخیں مار کر بھاگ کھڑے ہوئے کہ دیو آگئے۔ دیو آگئے۔

سوال جنگ جلُولا کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مدائن کی فتح کے بعد ایرانیوں نے جلُولاء میں جمع ہو کر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت سعدؓ نے ہاشم بن عُتبہ کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ جلُولاء عراق کا شہر ہے جو بغداد سے خراسان جاتے ہوئے راہ پر پڑتا ہے۔ یہاں مسلمانوں اور فارسیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ مسلمان جب یہاں پہنچے تو انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مہینوں محاصرہ رہا۔ ایرانی وقتاً فوقتاً قلعہ سے باہر نکل کر حملہ آور ہوتے رہے۔ اس طرح اسّی (80) معرکے ہوئے۔

سوال مدائن کی فتح کے بعد جب مالِ غنیمت مدینہ لایا گیا تو اسے دیکھ کر حضرت عمرؓ کیوں رو پڑے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب مال غنیمت سے کپڑا اٹھایا گیا تو آپؓ نے یاقوت، زَبَرجد اور بیش قیمت جواہرات دیکھے اور رو پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا: اے امیر المومنینؓ! آپؓ کیوں رو رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ تو شکر کا مقام ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اس چیز نے نہیں رلایا۔ اللہ کی قسم! اللہ جس قوم کو یہ عطا فرماتا ہے تو ان میں آپس میں حسد اور بغض بڑھ جاتا ہے۔ اس خیال نے مجھے رلایا ہے کہ یہ دولت جو تمہارے پاس آرہی ہے اس سے کہیں تم لوگوں کے درمیان بھائی چارے کی بجائے حسد اور بغض نہ بڑھ جائے اور جس قوم میں آپس میں حسد بڑھ جائے تو ان میں پھر خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔

سوال فتح مَاسَبَذَان کے متعلق حضور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ ابھی مدائن میں ہی مقیم تھے کہ اطلاع ملی کہ ایک ایرانی لشکر ہُرمُزان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے ٹکر لینے کیلئے میدانی علاقے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اسلامی لشکر ایرانی لشکر کے مقابلے کیلئے روانہ ہوا اور مَاسَبَذَان کے میدانی علاقے کے قریب دشمن سے جا ملا اور ہَنْدَف مقام پر لڑائی ہوئی جس میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر مَاسَبَذَان پر قبضہ کر لیا۔ باشندے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے مگر ضِرار بن خطّاب نے انہیں دعوت دی کہ آکر امن سے اپنے شہر میں آباد ہو جائیں۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی اور اپنے گھروں میں آباد ہو گئے۔

سوال جنگ رَام ہُرمُز اور تُستَر کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جلُولاء میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ایرانی ہُرمُزان کی قیادت میں رَامَ ہُرمُز میں جمع ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کی ہدایت پر نعمان بن مُقَرّن کو لشکر کا سردار بنا کر کوفہ سے روانہ کیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ سے روانہ کیا اور فرمایا کہ جب دونوں لشکر اکٹھے ہو جائیں تو اَبُوسَبرَہ بن رُھم ان کے کمانڈر ہوں گے۔ نعمان بن مُقَرّن کی فوج کے بارے میں جب ہُرمُزان کو علم ہوا تو اس نے مقابلہ کیا اور شدید جنگ کے بعد ہُرمُزان شکست کھا کر تُستَر کی طرف بھاگ گیا اور شہر میں محصور ہو گیا۔ حضرت اَبُوسَبرَہؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔ لیکن آخر پر مسلمان کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور شہر فتح ہو گیا۔

سوال ہُرمُزان کے قبول اسلام کے متعلق حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہُرمُزان کو حضرت عمرؓ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا تو آپؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن ہُرمُزان نے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ جب اسے قتل کیا جانے لگا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپؓ مجھے پانی پلا دیں۔ حضرت عمرؓ نے پانی پلانے کا حکم دیا۔ جب پانی کا برتن اس کے ہاتھ میں رکھا گیا تو اس نے حضرت عمرؓ سے کہا کیا میں پانی پینے تک امن میں ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ اس پر ہُرمُزان نے پانی کا برتن ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا کہ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تجھے کچھ مہلت دیتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ تُو کیسے عمل کرتا ہے۔ جب اس سے تلوار دور کر دی گئی تو ہُرمُزان نے کہا کہ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ ہُرمُزان سے ایران پر لشکر کشی میں مشورہ کیا کرتے تھے اور اس کی رائے کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔

سوال حضرت عمرؓ کے بیٹے نے کس شبہ کی بناء پر ہُرمُزان کو قتل کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دن فیروز جو حضرت عمرؓ کا قاتل تھا، ہُرمُزان سے ملا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا۔ ہُرمُزان نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تُو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے اونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے تو اس وقت کسی نے ان کو دیکھ لیا تھا۔ اور جب حضرت عمرؓ شہید کیے گئے تو اُن کے قتل کا شبہ ہرمزان پر کیا گیا اور انہیں قتل کر دیا گیا۔

......☆......☆......☆......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اگرچہ لوگ تجھے اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور اسے درست کہیں

کینیڈا کی جماعت کے اخلاص و وفا کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل لبریز ہو جاتا ہے اخلاص میں ڈوبے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ایمان اور اخلاص میں مزید بڑھاتا چلا جائے

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 9/جولائی 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور نے کس طرح کے کام اور کاروبار سے منع فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک شخص نے مجھے لکھا کہ میں نے بعض ریسٹورنٹ لئے ہیں اور اس علاقے میں اگر کھانوں میں سؤر کا گوشت استعمال نہ کیا جائے پھر تو دوکانداری نہیں چلے گی اور کاروبار نہیں چلے گا۔ اگر یہ کاروبار میں اس طرح نہ چلاؤں تو نقصان ہوگا اس لئے اجازت دی جائے۔ حضور انور نے فرمایا: مَیں اجازت نہیں دے سکتا۔ باقی یہ بھی ان کا وہم ہے کہ کاروبار نہیں چلے گا، بِکری نہیں ہوگی۔ اگر نہیں بھی ہوتی تو اس کاروبار کو بیچ کر کوئی اور کاروبار تلاش کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے، نیک نیتی سے چھوڑیں گے تو اللہ تعالیٰ کسی بہتر کام کے سامان پیدا فرما دے گا اور کام میسر آجائے گا۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ولایتی بسکٹ اور دودھ کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: چونکہ نصاریٰ اس وقت ایک ایسی قوم ہوگئی ہے جس نے دین کی حدود اور اس کے حلال و حرام کی کوئی پرواہ نہیں رکھی اور کثرت سے سؤر کا گوشت ان میں استعمال ہوتا ہے اور جو ذبح کرتے ہیں اس پر خدا کا نام ہرگز نہیں لیتے بلکہ جھٹکے کی طرح جانوروں کے سر جیسا کہ سنا گیا ہے علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں، اس لئے شبہ پڑ سکتا ہے کہ بسکٹ اور دودھ وغیرہ جو ان کے کارخانوں کے بنے ہوئے ہوں ان میں سؤر کی چربی اور سؤر کے دودھ کی آمیزش ہو اس لئے ہمارے نزدیک ولایتی بسکٹ اور اس قسم کے دودھ اور شوربے وغیرہ کا استعمال بالکل خلاف تقویٰ اور ناجائز ہے۔

سوال چیزیں خریدتے وقت حضور انور نے کس احتیاط کی طرف توجہ دلائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہاں ہر چیز پر Ingredients

لکھے ہوتے ہیں، بعض اوقات چاکلیٹ یا بسکٹ لیتے وقت لوگ احتیاط نہیں کرتے، یا Jam یا اس قسم کی چیزیں لیتے وقت احتیاط نہیں کرتے حالانکہ اس میں واضح طور پر لکھا ہوتا ہے کہ اس میں الکوحل ملی ہوئی ہے یا اس میں سؤر کی چربی ملی ہوئی ہے یا اور کوئی چیز ملی ہوئی ہے، تو پڑھ کے لیا کریں۔ ہر احمدی کو احتیاط کرنی چاہئے۔

سوال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ان کو مخاطب کرکے فرمایا: اَے ابوہریرہ! تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کر، تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔ قناعت اختیار کر، تو سب سے بڑا شکر گزار شمار ہوگا۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کیلئے پسند کرو تو صحیح مومن سمجھے جاؤ گے۔ جو تیرے پڑوس میں بستا ہے اس سے اچھے پڑوسیوں والا سلوک کرو تو سچے اور حقیقی مسلم کہلا سکو گے۔ کم ہنسا کرو کیونکہ بہت زیادہ قہقہے لگا کر ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

سوال قناعت اختیار کرنے کے متعلق حضور انور نے احمدیوں کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قناعت اختیار کرو، اگر قناعت ہوگی تو تھوڑے پر بھی انسان راضی ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ زیادہ کمانے کے شوق میں ناجائز ذرائع سے بھی کمانے لگ جاؤ، جس کی شریعت تمہیں اجازت نہیں دیتی۔ اور شکر گزاری بھی اسی میں ہے کہ قناعت کرو۔ شکر گزاروں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر صحیح طور پر شکر کرو گے تو تمہیں میں اور زیادہ دوں گا۔ اس لئے یہ وہم دل میں نہ لاؤ کہ یہ کاروبار ہم نے نہ کئے تو بھوکے مر جائیں گے خدانخواستہ۔ اللہ کی خاطر کوئی کام کرو اور اس پہ شکر کرو گے تو اور زیادہ ملے گا۔

سوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشتبہات سے بچنے کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرام اور حلال اشیاء واضح ہیں اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جو لوگ مشتبہات سے بچتے رہتے ہیں وہ اپنے دین کو اور اپنی آبرو کو محفوظ کر لیتے ہیں اور جو شخص شبہات میں گرفتار رہتا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ حرام میں جا پھنسے یا کسی جرم کا ارتکاب کر بیٹھے۔ ایسے شخص کی مثال بالکل اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ علاقے کے قریب قریب اپنے جانور چراتا ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ اس کے جانور اس علاقے میں گھس جائیں۔ دیکھو ہر بادشاہ کا ایک محفوظ علاقہ ہوتا ہے جس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا محفوظ علاقہ اس کے محارم ہیں۔

سوال نیکی اور بدی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پہچان بتائی؟

جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے لئے اضطراب کا موجب بنے اگرچہ لوگ تجھے اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور اسے درست کہیں۔

سوال حلال اور حرام کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تفصیل بیان فرمائی؟

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے۔ اور وہ اشیاء جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں فرمایا وہ ایسی اشیاء ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمایا ہے۔

سوال اللہ سے پناہ مانگنے کے لئے بہترین سورتیں کون سی ہیں؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کی آخری تین سورتیں یعنی سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس رات کو سوتے وقت پڑھ کر سویا کرو۔ ان جیسی کوئی چیز نہیں جس سے پناہ مانگی جائے۔

سوال کینیڈا کی جماعت کے اخلاص و وفا کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: کینیڈا کی جماعت کے اخلاص و وفا کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل لبریز ہو جاتا ہے۔ جہاں ہماری مسجد ہے بیت الاسلام بڑی مسجد ہے اس جگہ کا نام پیس ولیج ہے جہاں شاید تقریباً 300 سے اوپر ہی احمدی گھر آباد ہیں۔ ماشاء اللہ بڑے مخلص، اخلاص میں ڈوبے ہوئے۔ میں نے پتہ کیا ہے، وہاں عام حالات میں بھی مسجد میں حاضری بڑی اچھی خاصی ہوتی ہے، لوگ بڑی تعداد میں نمازوں پہ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایمان و اخلاص میں مزید بڑھاتا چلا جائے۔

سوال جلسہ سالانہ کینیڈا 2004 کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس دفعہ تقریباً 31 ملکوں کی نمائندگی ہوگئی اور امریکہ سے بھی تقریباً چار ہزار کے قریب احمدی مرد وزن، بچے وغیرہ وہاں آئے ہوئے تھے۔ انتظامی لحاظ سے بھی بہت اچھا انتظام تھا۔ جلسہ گاہ میں انتظامات اور ڈسپلن بھی ماشاء اللہ بہت اچھا تھا۔ بڑی سنجیدگی سے ماشاء اللہ سب نے جلسہ سنا اور یہی مقصد ہوتا ہے ان جلسوں پر آنے کا۔ بہت سے غیر جن میں مختلف نقطہ نگاہ سے تعلق رکھنے والے دوست بھی تھے ان کی تعداد شاید ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی۔ پھر ان میں اعلیٰ سرکاری افسران بھی تھے اور بعض وزراء بھی تھے۔ ایک وزیر نے کہا کہ دو باتوں نے مجھے بڑا حیران کیا ہے کہ اتنا بڑا مجمع اور اتنا ڈسپلن، زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ دوسرے اتنے زیادہ لوگ اور سب کا ایک جیسا تمہارے سے تعلق جو ان کے چہروں سے نظر آتا تھا، یہ بھی پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

......☆......☆......☆......

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE
RSB Traders & whole seller

Specialist in Teddy Bear Ladies & Kids items, All Types of Bags & Garments items
Branch: Aroti Tola Po muluk Bolpur-Birbhum
Head office: Q84 Akra Road Po.Bartala, Kolkata-18
Mob: 9647960851 9082768330
طالب دعا : جانِ عالم شیخ
(جماعت احمدیہ شانتی نکیتن، بولپور، بیر بھوم-بنگال)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کرلیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضا ہیں اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی شریک اور مناع روک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اس حالت میں **میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔** سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا **اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ**۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا **اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ**۔

یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت میرے پر ظاہر ہوئے اور اس قسم کے اور بھی بہت سے الہامات ہیں جن کو میں قریباً پچیس برس سے شائع کر رہا ہوں اور بہت سے ان میں سے میری کتاب براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اس کی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھ کر ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے تو ان میرے الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی اور سب سے بڑھ کر ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کی وحی میں صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور آپ کے ہر ایک فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے اور یہ کہہ کر کہ **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○** آپ کی تمام کلام کو اپنی کلام ٹھہرایا ہے بلکہ ایک جگہ اَور تمام لوگوں کو آپ کے بندے قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے **قُلْ يٰعِبَادِيَ** یعنی کہہ کہ اے میرے بندو۔ پس ظاہر ہے کہ جس قدر صراحت اور وضاحت سے ان پاک کلمات سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ثابت ہو سکتی ہے۔ انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ بھلا اس سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہو سکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے ان منصفوں کے حوالہ کریں۔ **پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً یہ بیان کر دیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں۔** اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو خدا تعالیٰ ایک سال تک ہم پر وہ عذاب نازل کرے جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہو جائے اور میں خوب جانتا ہوں کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو قبول نہیں کریں گے...... (ایضاً صفحہ 103 تا 106)

میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا رکھا ہے یہ سراسر ان کی غلط فہمی ہے۔ جن کلمات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ یسوع خدا یا ابن اللہ ہے ان کلمات سے بڑھ کر میرے الہامی کلمات ہیں پادری صاحبان سوچیں اور خوب سوچیں اور بار بار سوچیں کہ یسوع کو خدا بنانے کے لئے ان کے ہاتھ میں بجز چند کلمات کے اور کیا چیز ہے۔ پس میں ان سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ میرے الہامی کلمات کو ان کلمات کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ اگر ظاہر الفاظ پر اعتبار کیا جائے تو ایک شخص کے خدا بنانے کے لئے جیسے میرے الہامی کلمات قوی دلالت رکھتے ہیں یسوع کے الہامی کلمات ہرگز ایسے دلالت نہیں رکھتے تو پھر کیا وجہ کہ ان کلمات سے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔ اور وہی کلمات بلکہ ان سے بڑھ کر جب دوسرے کے حق میں ہوں تو پھر اس کے اور معنے کئے جاتے ہیں...... (ایضاً صفحہ 107)

اور یسوع کے نشانوں کی نسبت میں لکھ چکا ہوں کہ وہ اس زمانہ کے لئے نشان نہیں ہیں بلکہ ان کو کتھا یا کہانی کہنا چاہیے۔ آپ لوگوں کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ صاحبوں نے میری زبردست پیشگوئیاں اور نشان دیکھے۔ اور میں اسی پر بس بھی نہیں کرتا بلکہ میں زور سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی عیسائی میری صحبت میں رہے تو ابھی برس نہیں گزرے گا کہ وہ کئی نشان دیکھے گا۔ خدا کے نشانوں کی اس جگہ بارش ہو رہی ہے اور وہ خدا جس کو لوگوں نے بھلا دیا اور اس کی جگہ مخلوق کو دی وہ اسوقت اس عاجز کے دل پر تجلّی کر رہا ہے۔ وہ دکھانا چاہتا ہے کیا کوئی دیکھنے کیلئے راغب ہے؟ **اَے عزیزو! غلطیوں میں مت پھنسے رہو یسوع ابن مریم خدا نہیں ہے یہ کلمات جو اسکے منہ سے نکلے اہل اللہ کے منہ سے نکلا کرتے ہیں مگر ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا۔ اٹھو! اور توبہ کرو کہ وقت آ گیا ہے!! اس خدا کو پوجو جس پر توریت اور قرآن کا اتفاق ہے۔** یسوع ابن مریم ایک عاجز بندہ تھا اسکو نبی سمجھو جس کو خدا نے بھیجا تھا۔ اگر اب بھی کوئی عیسائی نہ مانے تو یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ کی حُجّت اس پر پوری ہو چکی ہے۔ (ایضاً صفحہ 108)

آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

(منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 28-October - 4-November - 2021 Issue. 43-44

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ جانتے ہو صحابہ میں کس قدر بڑا ہے؟ یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29/ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی ان میں حضرت عمر بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیین والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی ان میں سے ہیں اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔ حضرت اکوع بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر بن خطاب ہوتے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً پہلی امتوں میں سے مُحَدَّثین ہوتے تھے اور اگر میری امت میں سے کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حفاظت اور تدوین قرآن کی تجویز دی۔ اس پر حضرت ابوبکر نے عمر کو فرمایا کہ میں ایسی بات کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ عمر نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ کا یہ کام اچھا ہے پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ عمر مجھے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے میرا سینہ کھول دیا اور اب میں بھی وہی مناسب سمجھتا ہوں جو عمر نے مناسب سمجھا یعنی اس کی تدوین ہو جانی چاہئے اور پھر زید بن ثابت نے اس کی تدوین کا کام شروع کیا۔

حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہ میں سے جن کا حفظ قرآن کریم ثابت ہے ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا تین باتوں میں میری رائے میرے رب کے منشاء کے مطابق ہوئی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز گاہ بنا لیں تو آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى نازل ہوئی اور پردے کا میں نے کہا تو پردے کا حکم نازل ہوا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے بوجہ غیرت آپؐ کے متعلق ایکا کیا تو حضرت عمر کہتے ہیں میں نے انہیں کہا کہ اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں تو مجھے امید ہے کہ ان کا رب تم سے بہتر بیویاں اُن کو بدلہ میں دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ۔ مسلم میں حضرت عمر کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنے کے بارے میں وحی قرآنی سے موافقت کا ذکر ملتا ہے۔ شراب کی حرمت کے بارے میں حضرت عمر کی، وحی قرآنی سے موافقت کا ذکر سنن ترمذی میں ملتا ہے۔

صحاح ستہ میں مذکور ان موافقات کے علاوہ بھی سیرت نگاروں نے متعدد موافقات کا ذکر کیا ہے چنانچہ علامہ سیوطی نے بیس کے قریب موافقات کا ذکر کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ جانتے ہو صحابہ میں کس قدر بڑا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر کے سائے سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدَّث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی مُحَدَّث ہے تو وہ عمر ہے۔

حضرت عمر کا غزوات میں مشورہ دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے قبول فرمانے کا ذکر بھی حدیث میں ملتا ہے۔ غزوہ تبوک میں لوگوں کو سخت بھوک لگی انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے پانی لانے والے اونٹ ذبح کر لیں اور ہم کھائیں اور چکنائی استعمال کریں۔ آپ نے فرمایا کر لو۔ اس پر حضرت عمر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ آپؐ لوگوں کو اپنا باقی ماندہ زادِ راہ لانے کا ارشاد فرمائیں جو بھی کچھ کسی کے پاس کھانے کی چیز ہے وہ لے آئے پھر ان کے لئے اس پر برکت کی دعا کریں بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت رکھ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا اپنے برتنوں میں لے لو۔ انہوں نے برتنوں میں اس کو لے لیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اس کو بھر لیا۔ پھر سب نے کھایا اور سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور جو شخص بغیر کسی شک کے ان دونوں شہادتوں کے ساتھ خدا سے ملے گا وہ جنت سے روکا نہیں جائے گا۔

اذان کی جو ابتداء ہوئی ہے اس بارے میں بھی حضرت عمر نے خواب دیکھی تھی۔ جب آپ نے نماز کیلئے حضرت بلال کی اذان سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یقیناً میں نے بھی وہی دیکھا ہے جیسا اس نے اذان میں کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس تمام حمد اللہ ہی کیلئے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے گھر میں گئے اور دیکھا کہ گھر میں کچھ اسباب نہیں اور آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہوئے ہیں تب عمر کو یہ حال دیکھ کر رونا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر تو کیوں روتا ہے۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ آپ کی تکالیف کو دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ قیصر اور کسریٰ جو کافر ہیں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ ان تکالیف میں بسر کرتے ہیں۔ تب آنجناب نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا کام۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی اور فرمایا: لَا تَنْسَنَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ۔ اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر مجھے اسکے بدلے میں ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس حد تک عاشقانہ تعلق تھا اس کا پتہ اس واقعہ سے ملتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو یہ خبر سن کر حضرت عمر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے اللہ آپ کو ضرور ضرور اٹھائے گا تا بعض منافقین کے ہاتھ پاؤں آپؐ کاٹ دیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے سارا معاملہ سنبھالا۔

حضرت عمر کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اس بارے میں حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حجر اسود کی طرف منہ کیا پھر اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیئے اور دیر تک روتے رہے۔ آپ ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر بن خطاب کو بھی روتے پایا۔ آپؐ نے فرمایا اے عمر یہ وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو چوما اور کہا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ سونا پہننا مردوں کیلئے جائز نہیں لیکن حضرت عمر نے کسریٰ کے کڑے ایک صحابی کو پہنائے اور جب اس نے ان کے پہننے سے انکار کیا تو اس کو آپ نے ڈانٹا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تیرے ہاتھوں میں مجھے کسریٰ کے کڑے نظر آتے ہیں اسی طرح ایک موقع پر کسریٰ کا تاج اور اس کا ریشمی لباس جب غنیمت کے اموال میں آیا تو حضرت عمر نے ایک شخص کو اس لباس اور اس تاج کے پہننے کا حکم دیا اور جب اس نے پہن لیا تو آپ رو پڑے اور فرمایا چند دن ہوئے کسریٰ اس لباس کو پہن کر اور اس تاج کو سر پر رکھ کر ملک ایران پر جابرانہ حکومت کرتا تھا اور آج وہ جنگلوں میں بھاگا گا پھر رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنوئیں پر کھڑا ڈول سے جو چرخی پر رکھا ہوا تھا پانی کھینچ کر نکال رہا ہوں۔ اتنے میں ابوبکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول کھینچ کر اس طور سے نکالے کہ ان کو کھینچنے میں کمزوری تھی اور اللہ ان کی کمزوری پر پردہ پوشی کرے گا اور ان سے درگذر فرمائے گا۔ پھر عمر بن خطاب آئے اور وہ ڈول بڑے ڈول میں بدل گیا تو میں نے کوئی شہ زور نہیں دیکھا جو ایسا حیرت انگیز کام کرتا ہو جیسا عمر نے کیا۔ اتنا پانی نکالا کہ لوگ سیر ہو گئے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا بیٹھے۔ حضرت ابن عمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ایک بار میں سویا ہوا تھا کہ اس اثنا میں میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور میں نے اتنا پیا کہ میں نے اس کی تراوت کو اپنے ناخنوں سے پھوٹتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر بن خطاب کو دیا صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے میں سویا ہوا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ میرے سامنے پیش کئے گئے ہیں اور انہوں نے قمیضیں پہنی ہوئی ہیں تو ان میں سے بعض کی قمیضیں چھاتیوں تک پہنچتی ہیں اور ان میں سے بعض اس کے نیچے تک اور عمر بھی میرے سامنے پیش کئے گئے انہوں نے قمیض پہنی ہوئی تھی جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ نے کہا آپ نے اس سے کیا مراد لی تو آپ نے فرمایا دین۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میری امت میں سے اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط عمر ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کرتے تھے کہا پنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم حضرت عمر بن خطاب گو اسلام لانے میں ہم سے مقدم نہ تھے لیکن میں نے جان لیا کہ آپ کس چیز میں ہم سے افضل تھے۔ آپ ہمارے مقابلے میں سب سے زیادہ زاہد اور دنیا سے بے رغبت تھے۔

ہشام بن عروہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر شام تشریف لائے تو آپ کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی آپ نے پیوند لگوانے کیلئے قمیض دی، پیوند لگانے والے نے ایک نئی قمیض بھی آپ کیلئے تیار کی۔ آپ نے نئی قمیض واپس کر دی اور وہی پیوند والی لیکر پہنی۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کا جو فضل عمر ہسپتال میں ڈاکٹر تھے ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب ادا کی۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad